سے کہا تھا کہ شہزادی کے ساتھ جنگل میں چلے جائیں۔ جنگل میں جا کر ادھر ادھر چھپ جائیں۔ جب شہزادی واپس آئے تو پیچھے سے تیروں کی بارش کردیں۔ وزیرزادی کے ساتھ چونکہ سپاہی تھے اس لیے وزیر کے ساتھیوں کو پتہ نہ چل سکا کہ یہ شہزادی ہے یا وزیرزادی۔ انھوں نے شہزادی کی جگہ وزیرزادی کو مار ڈالا اور لاش لے جا کر وزیر کے پاس رکھ دی۔ وزیر شہزادی کو مردہ سمجھ کر بہت خوش ہوا مگر یہاں تو کچھ اور تھا۔ جب منھ سے کپڑا ہٹایا تو وزیر کے منھ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اسے پتہ چلا کہ برائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

ادھر شہزادی واپس آ رہی تھی کہ راستے میں اسے ایک بوڑھی عورت ملی جو بہت بھوکی تھی اور بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو رہی تھی۔ شہزادی اس کے پاس گئی اور اپنا کھانا اسے دے دیا۔ کھانا کھا کر اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے شہزادی کا شکریہ ادا کیا۔ بڑھیا نے شہزادی کو ایک انگوٹھی دی۔ اور کہا کہ یہ انگوٹھی صرف نیک لوگوں کی مرادیں پوری کرتی ہے۔ شہزادی نے وہ انگوٹھی لی اور خوش خوش محل کی طرف چل پڑی۔ وہ سوچتی رہی کہ وہ انگوٹھی کا کیا کرے۔ آخر وہ سوچ کر بہت خوش ہوئی کہ یہ انگوٹھی میں بادشاہ کو پہنا دوں گی تاکہ وہ امن و امان سے حکومت کرنے لگیں۔ شہزادی محل میں پہنچی تو وزیرزادی کی وفات کی خبر سن کر بہت غم زدہ ہوئی کیونکہ وزیرزادی اس کی بہن کی طرح تھی۔ شہزادی نے انگوٹھی بادشاہ کو پہنا دی۔ بادشاہ امن و امان سے حکومت کرنے لگا۔

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

LW/NP 58 **RIZWAN** R.N. 2416 /57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406

حدیث کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کا سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی رح

زادِ سفر

مترجمہ

محترمہ امۃ اللہ تسنیم (مرحومہ)

یہ کتاب

بہترین مصلح مربّا اور مرشد کا کام کرتی ہے

ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر

احادیث ہیں ذیل عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت

کرتے ہیں۔ بہترین کتابت

فوٹو آفسیٹ کی طباعت

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ (یوپی) ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ — ستمبر ۱۹۹۹ء — شمارہ نمبر ۹

Ph. 270406

ایڈیٹر: —— محمد حمزہ حسنی

معاونین: —— اُمامہ حسنی ❖ میمونہ حسنی

اسحٰق حسینی ندوی ❖ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

- ★ برائے ہندوستان: —— ۹۰ روپے
- ★ غیر ملکی ہوائی ڈاک: —— ۲۵ امریکی ڈالر
- ★ فی شمارہ: —— ۸ روپے

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں۔

ماہنامہ رضوان ۱۶۲/۵۴۔ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
کتاب ہدایت	مولانا محمد منظور نعمانی	۴
حدیث کی روشنی	امۃ اللہ تسنیم رح	۶
حضرت ابوبکر صدیق رض......	مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی	۸
نعت	مولانا ظفر علی خاں	۱۶
رسول اللہ ﷺ کا انداز گفتگو	پروفیسر منزہ خانم	۱۷
محمد کے طبقہ نسواں پر احسانات	ڈاکٹر نسیم اقتدار علی	۲۰
امام لیث بن سعد	محترم آباد شاہ پوری	۲۳
چٹانیں، چشمے، وادیاں، پہاڑ	سید عاصم محمود	۲۶
ڈے ٹن سمجھوتہ	آصف جیلانی	۳۰
موتی۔ انسان کو سمندر کا تحفہ	ایس بی مرزا	۳۳
دماغ	سید عرفان احمد	۳۴
سوال جواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۷
دسترخوان	عائشہ جمال	۳۸
بچوں کا گوشہ	فہیم فاطمہ	۳۹

اپنی بہنوں سے

مدیر

والدہ مخدومہ سیدہ خدیجہ حسنی رح نے مورخہ ۳ اگست ۱۹۹۹ء کو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مخدومہ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

والد مرحوم مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ سال قبل ۱۳ فروری ۱۹۸۲ء کو وفات پائی تھی۔ ان کے حادثہ وفات کے سترہ سال بعد یہ عظیم حادثہ پیش آیا۔ والدین کا سایہ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جس کا اس دنیا میں کوئی بدل نہیں ہے ان کی شفقت و محبت، ان کی دعائیں اور ان کی لطف بھری نگاہیں اولاد کا سرمایہ حیات ہوتی ہیں ان کے سایہ میں آکر جو احساس ہوتا ہے وہ ساری تکلیف، دکھ، تھکن سب کو کافور کر دیتا ہے۔ انسان کسی بھی عمر میں پہنچ جائے، کسی بھی مرتبہ پر فائز ہو جائے خود بھی صاحب اولاد ہو جائے لیکن والدین سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور ان کی سرپرستی اور ان کی موجودگی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جس کا شکر وہ زندگی بھر سجدہ میں پڑا رہے ادا نہیں کر سکتا۔

پھر والدین بھی کیسے جن کے مقام و سحر اللہ کو یاد کرنے میں گزرتے ہوں اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک ان کی فطرت ہو کبھی کسی کا دل نہ دکھایا ہو نہ زبان سے نہ فعل سے، دوسروں کے حقوق کا لحاظ، اپنے حقوق کا ذکر تک نہ کرنا، اپنی اولاد سے کبھی کسی دنیاوی خواہش کا اظہار تک نہ کرتے ہوں صرف ان کی دینی حالت اور کیفیت کی فکر کرنا۔

والدہ مرحومہ کو دعاؤں سے خاص تعلق تھا ہر نماز کے بعد طویل دعا کرتیں۔ بعض اوقات صبح کی نماز کے بعد ان کو دعا میں اس طرح گریہ وزاری کرتے دیکھا کہ دیکھا نہ گیا اللہ تعالیٰ ان کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے اور ان کو اپنی رحمت و کرم کے حساب سے نوازے اور ان کو وہ سب کچھ عطا فرمائے جو اپنے نیک فرمانبردار اور ایسے بندوں کو عطا فرماتا ہے جن کی صفت خود رحیم و کریم غفار و غفور ستار اور رحمٰن آقا نے بیان فرمائی ہے رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

قارئین رضوان سے دعائے مغفرت و ترقی درجات اور ایصال ثواب کی خصوصی درخواست ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی

اخلاقِ حسنہ

اگر قرآن مجید کی اس تعلیم وتلقین پر عمل کیا جائے تو دنیا کے کتنے جھگڑے فساد ختم ہو جائیں اور باغِ عالم میں امن وسکون اور الفت و محبت کی کیسی بہار آجائے۔

ہاں ایک بات یہاں قابل لحاظ ہے اور وہ یہ کہ حلم ودرگزر کی اس قرآنی تعلیم کا تعلق ذاتی اور نجی معاملات وحقوق سے ہے مثلاً اگر کوئی شخص میری ذات کو دکھ پہنچاتا ہے اور میرا ہی قصوروار ہے تو میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں قرآن مجید کی تعلیم وترغیب میرے لیے یہی ہے لیکن اگر کوئی فرد یا گروہ دنیا میں فساد برپا کرتا یا گمراہی پھیلاتا ہے یا اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑتا ہے اور اس طرح فضا کو خراب کرتا ہے تو وہ ہرگز اس حلم اور درگزر کا مستحق نہیں ہے اور اس کے ساتھ نرمی اور درگزر کا برتاؤ کرنے میں اللہ کی مخلوق کی، اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کی حق تلفی ہوگی اس لیے اس کے شر وفساد کے انسداد کے لیے مناسب کارروائی کرنی ضروری ہوگی قرآن عزیز میں جہاں جہاں مختلف قسم کے مجرموں اور بدکاروں کے حق میں سختی اور شدت کے برتنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ایسے ہی مواقع کے لیے ہے اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔

جرأت وشجاعت

قرآن کریم جس طرح تواضع وخاکساری اور درگزر وبردباری کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح وہ اپنے موقع پر بہادری اور جانبازی اور جرأت واظہار قوت کی بھی تلقین کرتا ہے مثلاً اگر حق وباطل کا معرکہ ہو تو قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ فولادی انسانوں کی طرح پوری بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کریں۔

ایک موقع پر ارشاد ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا ۚ (انفال ع ۶)

اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ (دشمن کی) کسی فوج سے ہو تو تم ثابت قدم رہو۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (صف ع ۱)

اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اور ایسے جم کر جنگ کرتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کی اس ایمانی قوت اور شجاعت کا ذکر خاص پیار اور تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے کہ جب ان کو مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لیے یہ خبریں پہنچائی گئیں کہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں ختم کرنے کے لیے بڑی تیاریاں کی ہیں اور بہت سامان جنگ جمع کیا ہے تو وہ بالکل مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اس سے ان کی ایمانی قوت میں اور ترقی ہوئی اور انھوں نے کہا کہ ہمیں ہمارا اللہ کافی ہے ہم سب دیکھ لیں گے۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ (آل عمران ع ۱۸)

ہمارے وہ صاحب ایمان بندے جن سے لوگوں نے کہا کہ (تمھارے مٹانے کے لیے) سارے لوگ جمع ہوئے ہیں اور انھوں نے بڑا سامان جمع کیا ہے تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہیے تو اس بات نے ان کی ایمانی کیفیت میں اور اضافہ کیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

اسی طرح غزوۂ احزاب میں دشمنوں کی ٹڈی دل فوجوں کو دیکھنے کے بعد اہل ایمان نے جس ایمانی جرأت وہمت اور شجاعت کا ثبوت دیا تھا اس کا ذکر بھی قرآن پاک میں بڑی تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ (احزاب ع ۲)

اور جب دیکھا ایمان والوں نے دشمن کی فوجوں کو، تو ان کی زبان سے نکلا یہ تو وہی ہے جس کی ہم کو اللہ ورسول نے پہلے سے خبر دے دی تھی اور بے شک سچ فرمایا تھا اللہ ورسول نے اور اس سے ان کے ایمان ویقین میں اور ان کی اطاعت کی صفت میں اور ترقی ہوئی۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ موت کا خوف یا کسی تکلیف یا نقصان کا اندیشہ ہی وہ چیز ہے جو جرأت وشجاعت کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور آدمی کو بزدل بنا دیتی ہے۔ قرآن مجید نے بزدلی کی اس جڑ ہی کو کاٹ دیا جا بجا فرمایا گیا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے اگر وہ وقت آگیا ہے تو کوئی بچا نہیں سکتا ہے، اسی طرح جا بجا فرمایا گیا ہے کہ کسی تکلیف یا نقصان کا پہنچنا نہ پہنچنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے جب تک اس کا ارادہ اور حکم نہ ہو ہمیں کوئی گزند اور نقصان کسی طرف سے نہیں پہنچ سکتا دو تین آیتیں اس سلسلہ میں بھی پڑھ لیجیے۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۝ (آل عمران ع ۱۵)

اور کسی کو موت نہیں آسکتی بغیر حکم خدا کے، لکھا جا چکا ہے معین وقت (موت کا)۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (یونس ع ۵)

جب آئے گا وقت ان کی موت کا تو نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے جا سکیں گے (ٹھیک مقررہ وقت پر اٹھا لیے جائیں گے۔)

اسی طرح ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝ (تغابن ع ۲)

کوئی مصیبت نہیں آسکتی بدون حکم خدا کے۔

حدیث کی روشنی

اعمال کی حفاظت اور نباہ

امۃ اللہ تسنیم

دھوپ میں کھڑے رہنے کی منت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے ایک آدمی کو کھڑا دیکھ کر اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ابو اسرائیل ہیں انھوں نے منت مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑے رہیں نہ سایہ لیں نہ بات کریں، نہ بیٹھیں اور روزے رکھیں آپ نے فرمایا ان سے کہو بیٹھو، بات کرو، سایہ لو اور اپنے روزے کو پورا کرو۔ (بخاری)

اعمال کی حفاظت اور نباہ

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ۔ (حدید ع ۲)

کیا ابھی ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے اور جو حق اتارا گیا اس سے ڈریں اور جھکیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی جب ان پر مدت لانبی ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

وَ قَفَّیۡنَا بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَ اٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ ۬ۙ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ رَاۡفَةً وَّ رَحۡمَةً ؕ وَ رَهۡبَانِیَّةَۨ ابۡتَدَعُوۡهَا مَا کَتَبۡنٰهَا عَلَیۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا (حدید ع ۴)

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو پیچھے بھیجا۔ اور ان کو انجیل دی اور جنھوں نے ان کا اتباع کیا ان کے دلوں میں رأفت و رحمت رکھ دی۔ انھوں نے رہبانیت ایجاد کی ہم نے ان پر نہیں لکھا تھا مگر انھوں نے اللہ کی رضا چاہی پھر اس کا بھی پورے طور پر خیال نہیں رکھا۔

وَ لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّتِیۡ نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡکَاثًا۔ (النحل ع ۱۲)

اور اس عورت کی مانند نہ ہو جس نے

ؔ ایسی بے فائدہ مشقت اسلام میں جائز نہیں اللہ کا قرب اتباع سنت سے حاصل ہوتا ہے کہ محض جسمانی تعذیب اور نفس کشی سے سایہ اگر اللہ نے مسلمانوں کے لیے نہیں پیدا کیا تو کیا کافروں کے لیے پیدا کیا ہے؟

قوت سے سوت کاتا پھر اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

وَ اعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ۔ (حجر ع ۶)

اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ موت آجائے۔

اللہ کو وہ عمل محبوب ہے جس پر مداومت کی جائے

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہی عبادت اور عمل محبوب ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشہ قائم رہے۔

تہجد کی قضا دن میں

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تہجد سے پہلے سو جائے پھر وہ نماز صبح اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو اس کو ویسا ہی ثواب ملے گا گویا رات ہی کو پڑھی ہے (مسلم)

تہجد کی مداومت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ تم اس شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو عبادت کیا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (بخاری، مسلم)

تہجد کی قضا دن میں

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی درد یا تکلیف کی وجہ سے تہجد چھوڑ دیتے تھے تو صبح کو بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مسلم)

مسواک کے فوائد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بارہا تاکید فرمائی ہے اور اس کے فوائد اور خواص کی طرف مرفوع احادیث میں اشارہ فرمایا ہے صحابہ کرامؓ کی یہ حالت تھی کہ مسواک کان پر قلم کی طرح رکھتے تھے امام اعظمؒ کے نزدیک مسواک صرف نماز وضو کے لیے مسنون نہیں بلکہ ایک مستقل دینی سنت ہے جو مختلف مواقع پر کرنا چاہیئے علامہ شامیؒ نے مختصراً ان مواقع کو تحریر فرمایا ہے۔

۱۔ جس وضو میں مسواک کا استعمال ہوا ہے اس ... نماز کا ثواب ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے جو بغیر مسواک کے وضو والی نماز سے۔

۲۔ لوگوں کے اجتماع میں شامل ہونے سے پہلے۔

۳۔ منہ میں بدبو پیدا ہو جانے پر۔

۴۔ نیند سے بیدار ہونے پر۔

۵۔ نماز کی تیاری کے وقت اگرچہ باوضو ہو۔

۶۔ گھر میں داخل ہوتے وقت۔

۷۔ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت۔

۸۔ مسواک کرنے والوں کے بالوں پر سفیدی دیر میں آتی ہے۔

۹۔ آنکھ کی بصارت تیز رہتی ہے۔ موت کے علاوہ تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

۱۰۔ پل صراط پر بخوبی گزرنے پر معاون ہے۔

۱۱۔ منہ کی پاکی و صفائی کا آلہ ہے۔

۱۲۔ اللہ پاک کی خوشنودی کا باعث ہے۔

۱۳۔ ملائکہ بھی خوش و راضی ہوتے ہیں۔

۱۴۔ دانتوں کو صاف کر کے بدبو وغیرہ

۱۵۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے۔

۱۶۔ باعث ہضم طعام ہے۔

۱۷۔ بلغم دور کرتی ہے۔

۱۸۔ فصاحت پیدا کرتی ہے۔

۱۹۔ شیطان کو ناراض کرتی ہے۔

۲۰۔ روح باآسانی نکلنے پر معین ہے۔

۲۱۔ نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲۲۔ سب سے بڑی خوبی شہادتین کا یاد دلاتا ہے یعنی خاتمہ ایمان پر ہو گا (انشاء اللہ)

مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی

خلیفۂ ثانی حضرت ابوبکر صدیق رض

منکرینِ اسلام کے خلاف ایک آہنی دیوار بن گئے

لشکر اسامہ رض

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ ہی پہلے رومیوں سے "جنگ موتہ" کا انتقام لینے کے لیے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا تھا اور اس لشکر کا سردار زید بن حارثہ رض (جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے) کے بیٹے حضرت اسامہ رض کو مقرر فرمایا تھا۔ اس لشکر میں اکثر بڑے بڑے صحابہ حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض وغیرہ شامل تھے، لیکن ابھی یہ لشکر روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتے ہی عرب میں ارتداد کی وبا پھیل گئی۔ نو مسلم قبیلے جن کے دلوں میں نور ایمان کی چمک پورے طور پر منعکس نہیں ہوئی تھی۔ ایک ایک کر کے مرتد ہونے لگے۔ یہ وقت اسلام کے لیے بڑا نازک تھا۔ بعض صحابہ رض نے مشورہ دیا کہ کچھ عرصے کے لیے لشکر اسامہ رض کی روانگی ملتوی کر دی جائے اور پہلے مرتدین سے نمٹ لیا جائے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رض نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ آپ رض نے فرمایا:

"میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے باندھا ہو۔"

پھر بعض صحابہ رض نے عرض کیا کہ اسامہ رض کے بجائے جو ایک نو عمر اور ناتجربہ کار شخص ہیں کسی اور کو سردار بنا دیجیے۔ آپ رض نے غصہ ہو کر فرمایا:

"جسے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار بنایا ہو مجھے اسے معزول کرنے کا کیا حق ہے؟"

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رض ان دونوں مشوروں میں سے کسی مشورے کو مان لیتے تو غیروں کو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرتابی کے لیے ایک مثال مل جاتی۔

غرض حضرت ابوبکر رض نے لشکر اسامہ رض کو روانگی کا حکم دیا اور اسے رخصت کرنے کے لیے خود کچھ دور تک تشریف لے گئے۔ اس طرح کہ اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر رض ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ اسامہ رض نے عرض کیا اے خلیفۃ الرسول! آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں بھی پیدل ہو جاؤں۔"

حضرت ابوبکر رض نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں ہو سکتی۔ کیا حرج ہے اگر میں خدا کے راستے میں تھوڑی دور تک اپنا پاؤں غبار آلود کر لوں جبکہ غازی کے ہر قدم کے بدلے سات نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔"

لشکر اسامہ میں حضرت عمر رض بھی شامل تھے اور ان کا خلیفۃ المسلمین کے مشیر کی حیثیت سے مدینہ میں رہنا ضروری تھا اس لیے حضرت ابوبکر رض نے اپنی ضرورت ظاہر کر کے اسامہ رض سے درخواست کی کہ وہ انھیں چھوڑ دیں۔ اسامہ رض نے اجازت دے دی۔ یہ بھی حقیقت میں ذات نبوت کی تعظیم تھی۔ حضرت ابوبکر رض کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اسامہ اس ذات مقدس کی طرف سے مامور ہیں جن کا اقتدار میرے اقتدار سے بالا ہے لہٰذا مجھے ان کے اختیارات میں دخل دینے کا حق نہیں۔

سنہری نصیحتیں

جب حضرت ابوبکر رض اسامہ سے جدا ہونے لگے تو آپ نے انھیں کچھ نصیحتیں فرمائیں جن میں سے چند یہ ہیں:

"دیکھو! خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ مال نہ چھپانا۔ کسی کے اعضا کو نہ کاٹنا۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درختوں کو نہ جلانا۔ پھل والے درختوں کو نہ کاٹنا۔ اور کھانے کی ضرورت کے سوا کسی بکری گائے یا اونٹ کو نہ کاٹنا۔ تمھارا گزر ایک قوم پر ہوگا جو دنیا کو چھوڑ کر اپنی خانقاہوں میں بیٹھی ہوگی تم اس سے تعرض نہ کرنا۔"

یہ ایسی سنہری نصیحتیں ہیں جو بطور اصول جنگ تسلیم کر لی جائیں تو آج بھی دنیا سے وحشت و درندگی کا بہت حد تک خاتمہ ہو سکتا ہے۔

لشکر اسامہ رض یکم ربیع الثانی سنہ ۱۱ھ کو مدینے سے روانہ ہوا۔ منافقین اور مرتدین کہنے لگے کہ مسلمانوں کی طاقت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ ورنہ وہ اتنی دور اتنے قوی دشمن کے مقابلے کے لیے اپنی فوج نہ بھیجتے۔ چنانچہ بہت سے مرتد قبیلے ڈر کر پھر اسلام میں داخل ہو گئے!

فتنۂ ارتداد

اسباب ارتداد: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتے ہی عرب کے بعض حصوں میں ارتداد کی طوفانی ہوائیں چلنے لگیں اور ضعیف الایمان لوگوں کے دلوں میں جو ایمان کی روشنی تھی وہ بجھنے لگی۔ اس فتنہ کی وجوہ حسب ذیل تھیں:۔

(۱) اسلام سے پہلے عرب مختلف ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اسلام نے ان ٹکڑیوں کو ملا کر ایک ملت بنا دیا مگر چونکہ وہ برہا برس سے اس کے عادی نہ تھے اس لیے انھوں نے اس نظام ملی کو اپنی آزادی کے لیے ایک زنجیر سمجھا اور اسے توڑ کر نکل بھاگنے کی فکر کرنے لگے۔

(۲) قرآن کریم نے حکومت اسلامی کے شعبہ مالیات کے لیے زکوٰۃ کو بنیاد ٹھہرایا۔ زکوٰۃ اسلام کے اصول کے مطابق امیروں سے لی جاتی ہے اور غریبوں پر صرف کی جاتی ہے اور اس کا مقصد قوم میں دولت کے توازن کو برقرار رکھنا ہے مگر اسے بھی ایک بوجھ سمجھا گیا اور اس بوجھ کو اتار پھینکنے کی کوشش کی جانے لگی۔

(۳) شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی جوان کا دل پسند کھیل تھا اور زنا ایک مرغوب تفریح۔ اسلام کے قانون نے ان سب برائیوں پر کڑی بندشیں قائم کر دیں جو لوگوں پر گراں گزریں۔

یہ امراض ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے جو مرکز اسلام سے دور نجد یمن وغیرہ کے علاقوں میں رہتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت انھیں نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اسلام کی شوکت کو دیکھ کر ان کی گردنیں ضرور خم ہو گئی تھیں مگر دلوں میں خضوع کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی چنانچہ قرآن کریم نے خود ان لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

ترجمہ: دیہاتی عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے رسول کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے ہیں کیونکہ ابھی ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

پھر اس طرح یہ ہوا کہ خدا کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو دیکھ کر عرب میں بہت سے جھوٹے نبوت کے دعویدار پیدا ہو گئے۔ ان کم بختوں نے سوچا کہ نبوت کا دعویٰ بھی دنیاوی ترقی کا ایک اچھا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں کے دل پہلے ہی مریض تھے وہ ان شیاطین کے جال میں بآسانی پھنس گئے۔

عزم صدیقی

اس فتنے کی آگ کو بجھانے کے لیے عزم صدیقی ہی کی ضرورت تھی۔ جب آپؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا وقت بہت نازک ہے جو لوگ صرف زکوٰۃ ادا کرنے سے ہی انکار کرتے ہیں ان کے ساتھ نرمی کی جائے مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر کوئی ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا تھا انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔"

جوں ہی حضرت اسامہؓ واپس آئے آپؓ نے مدینہ میں انھیں اپنا قائم مقام بنا کر عبس اور ذبیان کے قبیلوں کے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ ان قبائل نے شکست کھائی۔ اور ان کی چراگاہیں مسلمان مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے وقف کر دی گئیں۔

اس عرصے میں لشکر اسامہ تازہ دم ہو چکا تھا۔ آپؓ اسے لے کر "ذوالقصہ" جو مدینہ سے نجد کی سمت ایک برید (۱۲ میل) کے فاصلے پر ہے پہنچے وہاں آپ نے کل اسلامی فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کیا۔ ہر دستے کا ایک الگ الگ سردار مقرر کیا اور اسے ایک جھنڈا دیا۔ یہ گیارہ سردار اپنے دستوں کے ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں روانہ کیے گئے۔ ان گیارہ سرداروں کے نام یہ ہیں۔

(۱) خالد بن ولید (۲) عکرمہ بن ابی جہل (۳) شرجیل بن حسنہ (۴) مہاجر بن ابی امیہ (۵) خذیفہ بن محصن (۶) عرفجہ بن ہرثمہ (۷) سوید بن مقرن (۸) علاء بن الحضرمی (۹) طریفہ بن حاجز (۱۰) عمرو بن عاص (۱۱) خالد بن سعید۔

مجاہدین کے ان دستوں کی روانگی سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے نام ایک عام پیغام بھیجا۔ اس پیغام میں انھیں فتنہ و فساد سے باز آنے اور اسلامی برادری میں دوبارہ داخل ہونے کی دعوت دی اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں گے تو ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ پھر فوج کے سپہ سالاروں کے نام حسب ذیل ہدایت نامہ جاری فرمایا:

"میں مجاہدین اسلام کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ہر حال میں خدا سے ڈریں۔ حکم خداوندی کی تعمیل میں پوری کوشش کریں۔ جو لوگ حلقۂ اسلام سے نکل کر شیطان کے جال میں پھنس گئے ہیں ان کے ساتھ جہاد کریں، لیکن تلوار اٹھانے سے پہلے انھیں اسلام کا پیغام پہنچائیں اور ان پر حجت پوری کر دیں اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو فوراً ہاتھ روک لیں، لیکن اگر انکار کریں تو ان پر حملہ کر دیں یہاں تک کہ وہ کفر سے باز آ جائیں مرتدین جب دوبارہ داخل اسلام ہو جائیں تو اسلامی فوج کا سردار انھیں آگاہ کر دے کہ ان کے ذمہ اسلام کے کیا کیا فرائض ہیں؟ اور مسلمانوں پر ان کے کیا کیا حقوق ہیں؟ ان کے فرائض کو ان سے پورا کرایا جائے اور ان کے حقوق ادا کیے جائیں۔

امیر لشکر اپنے ساتھیوں کو جلد بازی اور فساد سے روکے۔ دشمنوں کی بستی میں اندھادھند نہ گھس جائے۔ خوب دیکھ بھال کر داخل ہو ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے۔ سردار فوج کوچ اور قیام کی حالت میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ میانہ روی اور نرمی کا برتاؤ کرے ان کی دیکھ بھال رکھے ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور گفتگو میں نرمی اختیار کرے۔"

اس کے بعد اسلامی فوج کے دستے اپنے تجربہ کار سرداروں کی رہنمائی میں حریفوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو گئے۔

طلیحہ کی آمد

بنی اسد میں ایک شخص تھا طلیحہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد اس کے دماغ میں نبوت کا خبط سمایا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بنی اسد سب اس کے تابع ہو گئے۔ بنی اسد اور بنی طے کے درمیان معاہدۂ دوستی تھا لہٰذا انھوں نے بھی اپنے حلیف کا ساتھ دیا اور قبیلۂ غطفان کے بھی بہت سے لوگ ان کے شریک ہو گئے۔ طلیحہ نے اس عظیم الشان فوج کو لے کر نجد میں چشمہ "بزاخہ" پر پڑاؤ ڈالا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ طلیحہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم طائی جو قبیلہ بنی طے کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے اس زمانے میں مدینے میں مقیم تھے انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنے قبیلے کو سمجھا بجھا کر اس فتنہ سے نکال لوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دے دی اور حضرت عدیؓ کی کوشش سے ان کے قبیلے کے تمام آدمی طلیحہ سے علاحدہ ہو گئے، اور پھر یہی کوشش انھوں نے قبیلہ جدیلہ میں بھی کی اور یہاں بھی انھیں کامیابی ہوئی۔

اب حضرت خالد اپنی فوج کو لے کر چشمہ بزاخہ پر پہنچے اور طلیحہ کے لشکر سے زبردست مقابلہ ہوا۔ جب طلیحہ کے لشکر پر شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تو بنو غطفان کا سردار عیینہ بن حصن فزاری جو طلیحہ کا مددگار تھا، اس کے پاس آیا طلیحہ اس وقت چادر میں لپٹا بیٹھا تھا گویا اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ عیینہ نے پوچھا کہیے "جبرائیل کوئی پیغام لائے؟" طلیحہ بولا ہاں اور پھر ایک مقفیٰ عبارت سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ آخر میں جیت ہماری ہی ہو گی۔

عیینہ نے کہا اے فزارہ یہ شخص کذاب ہے اور پھر اپنے آدمیوں کو لے کر اس کے لشکر سے علاحدہ ہو گیا۔

جب طلیحہ نے دیکھا کہ شکست لازمی ہے تو اپنی بیوی کو ساتھ لے کر شام کی طرف بھاگ گیا اور بعد میں کفر سے توبہ کر کے دوبارہ داخل اسلام ہوا۔ طلیحہ نے اس کے بعد فتوحات عراق کے موقع پر بہت بہادری دکھائی، اور اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کی۔

مالک بن نویرہ کا قتل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی تمیم میں پانچ امیر مقرر فرمائے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان میں سے بعض مرتد ہو گئے، اور بعض اسلام پر قائم رہے۔ مرتد ہونے والوں میں "مالک بن نویرہ" بھی تھا اس نے زکوٰۃ روک لی اور قبیلے کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ بنی تمیم میں ابھی خانہ جنگی ہو ہی رہی تھی کہ بنی تغلب کی ایک عورت "سجاح" ادھر سے گزری۔ یہ عورت پہلے نصرانی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس پر بھی نبوت کا جنون سوار ہوا اور عرب کے بہت سے

اوباش اس کے ساتھ ہوگئے۔ یہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینے پر حملے کے ارادے سے نکلی تھی۔ راستے میں جب بنی تمیم کی بستیوں پر گزر ہوا تو اس نے مالک بن نویرہ کے پاس پیغام دوستی بھیجا۔ مالک بن نویرہ نے اس پیغام کو قبول کر لیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ مدینے پر حملے سے پہلے بنی تمیم کے مسلمانوں پر حملہ کرے۔ سجاح نے ان مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان اس کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے، بھاگ گئے۔ سجاح اپنی فوج کو لے کر مدینے کی طرف بڑھنے لگی۔ جب وہ مقام "نباج" میں پہنچی تو وہاں بنی تمیم ہی کی ایک اور جماعت سے اس کا مقابلہ ہوا۔ ان لوگوں نے اس کے کچھ آدمیوں کو قید کر لیا۔ آخر میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سجاح ان کے آدمیوں کو چھوڑ دے اور وہ اس کے آدمیوں کو اور مدینے کا ارادہ چھوڑ کر واپس چلی جائے چنانچہ سجاح ناکام یمامہ کی طرف لوٹ گئی۔

اس دوران میں بنی تمیم کے مرتدین کو خدا نے ہدایت دی اور انھوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا مگر مالک بن نویرہ ابھی کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو لے کر مقام بطاح میں پڑاؤ ڈال دیا۔ خالد بن ولیدؓ جب طلیحہ کے مقابلے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے مالک بن نویرہ کے مقابلے کا ارادہ کیا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دیا۔ خالد بن ولیدؓ نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرا لیا۔ آپؓ نے مالک بن نویرہ کے قتل کا حکم دیا اور اس کی بیوی سے شادی کر لی۔

• بعض مسلمانوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مالک بن نویرہ نے گرفتاری سے پہلے اپنی بستی میں اذان دلوادی تھی اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے قتل کرا کر زیادتی کی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سے مالک بن نویرہ کا قصاص لینا چاہیے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جواب دیا کہ مالک بن نویرہ نے قتل کے خوف سے اذان دلوائی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فیصلہ کیا کہ حضرت خالدؓ سے چونکہ واقعہ کی تاویل میں غلطی ہوئی ہے اس لیے ان سے قصاص نہیں لیا جائے اور مالک بن نویرہ کا خون بہا اپنی طرف سے ادا کر دیا۔ آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ "اللہ کی تلوار کو جسے اس نے کافروں پر چمکایا ہے میں روپوش کرنے والا کون ہوں۔"

مسیلمہ کذاب کا قتل

قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا اس وفد میں ایک شخص "مسیلمہ بن ثمامہ" بھی تھا۔ مسیلمہ نے کہا میں اس شرط پر اسلام لاؤں گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اسلام کے عوض کھجور کی یہ ٹہنی بھی مجھ سے مانگے گا تو میں نہ دوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو وہی کاذب ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں پہلے ہی خبر دی جا چکی ہے۔

اس طرح جب مسیلمہ مایوس ہو کر اپنے وطن یمامہ لوٹا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر سنی تو نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میں نبوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک بنا دیا گیا ہوں پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام۔ سلام علیک! میں نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہوں لہٰذا آدھی دنیا آپ کی ہے اور آدھی میری لیکن مجھے آپ سے انصاف کی امید نہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کا یہ جواب دیا:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

ترجمہ: "درحقیقت زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ جسے چاہتا ہے زمین کا وارث بناتا ہے اور انجام کار کامیابی خدا سے ڈرنے والوں کی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل کو اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور شرجیلؓ بن حسنہ کو ان کے پیچھے ان کی مدد کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ شرجیلؓ کا انتظار کریں۔ عکرمہؓ نے کامیابی کا سہرا تن تنہا اپنے سر باندھنے کے شوق میں شرجیلؓ کا انتظار کیے بغیر مسیلمہ پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو بہت ناراض ہوئے اور عکرمہؓ کو حکم دیا کہ وہ یمن کی طرف جا کر اہل مہرہ کا مقابلہ کریں۔ حضرت خالدؓ بن ولید اس وقت تک بنی تمیم کے مقابلے سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپؓ نے انھیں مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور شرجیلؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کا انتظار کریں۔

مسیلمہ کو جب حضرت خالدؓ کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی عظیم الشان فوج کو جو چالیس ہزار جوانوں پر مشتمل تھی لے کر مقابلے کے لیے نکلا۔ دونوں فوجوں میں سخت ہولناک لڑائی ہوئی۔ شروع میں مسلمانوں پر شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے اور مسیلمہ کے آدمی حضرت خالد بن ولیدؓ کے خیمے تک پہنچ گئے تھے لیکن حضرت خالدؓ نے سنبھل کر حملہ کیا اور دور تک مسیلمہ کے آدمیوں کو دھکیلتے چلے گئے۔ حضرت خالدؓ نے خود مسیلمہ کو مبارزت کے لیے للکارا۔ وہ آیا مگر مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگا۔ اس کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور انھوں نے بری طرح شکست کھائی۔ مسیلمہ اپنے کچھ آدمیوں کو لے کر اپنے ایک باغ میں جس کا نام اس نے "حدیقۃ الرحمٰن" رکھا تھا چھپ گیا اور باغ کے دروازے بند کرا دیے۔ ایک بہادر انصاری حضرت براء بن مالکؓ نے کہا مجھے باغ کے اندر پھینک دو۔ چنانچہ انھیں پھینک دیا گیا اور انھوں نے تن تنہا مسیلمہ کے پہرے داروں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اب مسلمان اندر گھس گئے اور مسیلمہ کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ خود مسیلمہ بھی خدا کی تلوار سے نہ بچ سکا۔ مسیلمہ کے قتل کرنے والوں میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشیؓ بھی شریک تھے گویا اس طرح انھوں نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا۔

مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کی قوم بنی حنیفہ نے مسلمانوں سے نرم شرائط پر صلح کر لی۔ صلح کی تکمیل ہو چکی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کا حکم پہنچا کہ بنی حنیفہ کے تمام سپاہی قتل کر دیے جائیں مگر حضرت خالدؓ چونکہ ان سے عہدنامہ کر چکے تھے لہٰذا اس پر قائم رہے پھر بعد میں بنی حنیفہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

اسود عنسی کا قتل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب یمن فتح ہوا تو آپ نے "باذان فارسیؓ" کو جو کسریٰ کی طرف سے یمن کے عامل مقرر کر دیا۔ ان کا مرکز حکومت صنعاء تھا۔ جب باذانؓ کا انتقال ہوا تو آپ نے یمن کی حکومت متعدد عاملوں میں تقسیم کر دی۔ ان عاملوں میں سے ایک باذان کا بیٹا "شہر" بھی تھا جو صنعاء کا عامل مقرر کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات سے کچھ پہلے یمن میں ایک شخص اسود نے (جس کا اصلی نام "عبہلہ" تھا اور قبیلہ "عنس" سے تعلق رکھتا تھا) نبوت کا دعویٰ کیا۔ قبیلہ مذحج کے لوگ اس کے پیرو ہوگئے، اور انھوں نے اسود کے ساتھ مل کر نجران پر حملہ کیا اور وہاں سے عامل نجران عمروؓ بن حزم کو نکال دیا۔ اب اسود اپنی قوم کے سات سو آدمیوں کو لے کر صنعاء پر حملہ آور ہوا۔ اور وہاں کے عامل شہر بن باذانؓ کو قتل کرکے صنعاء پر قبضہ کرلیا اس فتح کے بعد تمام یمن میں اس کی دھوم مچ گئی اور یمن کے بہت سے ضعیف الایمان لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابناء (یمن کی ایرانی فوج، جو مسلمان ہوگئی تھی) کے سرداروں اور ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو لکھا کہ اسود کو جس طرح ہوسکے قتل کردیا جائے۔

اسود نے شہر بن باذانؓ کو شہید کرکے اس کی بیوی سے شادی کرلی تھی شہر کی بیوی اسود سے سخت متنفر تھی اور وہ اس کے چنگل سے چھٹکارا پانا چاہتی تھی۔ فوج ابناء کے سرداروں فیروز اور داذویہ نے اس کی مدد سے رات کے وقت اسود کو قتل کردیا۔ بعد صبح ہوتے ہی اسود کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دے دی اذان کی آواز سنتے ہی ایک شور مچ گیا اور اسود کے آدمی شہر سے نکل بھاگے اور صنعاء اور عدن کے درمیان منتشر ہوگئے، اسود کے قتل سے یمن میں امن وامان برقرار ہوگیا۔ اسلامی عامل اپنے اپنے مرکزوں میں واپس لوٹ آئے۔

اس فتح کی خبر مدینہ میں جس صبح کو پہنچی اس سے پہلی شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی تھی گویا یہ پہلی بشارت تھی جو حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں مدینہ پہنچی اسود کی شورش کا کل زمانہ صرف چار مہینے تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر یمن پہنچی تو قیس بن عبد یغوث مرتد ہوگیا اور اس نے اسود کے منتشر ساتھیوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی دعوت دی یہ لوگ اس کے ساتھ ہوگئے، اور ان کی مدد سے قیس نے صنعاء پر قبضہ کرلیا اور ابناء کے بال بچوں کو پکڑ کر انھیں جزیروں میں قید کردیا۔ ابناء کے سردار فیروز کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے "بنی عقیل" اور "عک" سے مدد طلب کی۔ ان قبیلوں نے مدد دی اور ابناء کے بچوں کو قیس کے آدمیوں کو پنجے سے نکال لیا اور پھر فیروز کے ساتھ مل کر قیس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ اسی دوران میں مہاجر بن ابی امیہ جنھیں حضرت ابوبکرؓ نے اسود کے آدمیوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا تھا اور عکرمہؓ بن ابی جہل جو عمان اور مہرہ کی مہم سے فارغ ہوگئے تھے اپنی اپنی فوجوں کو لے کر ابناء کی مدد کو آپہنچے۔

اسلامی فوجوں نے صنعاء پر قبضہ کرلیا اور قیس اور عمرو بن معدی کرب زبیری (جو مرتد ہوکر اسود کا ساتھی بن گیا تھا) کو گرفتار کرکے مدینہ روانہ کردیا۔ مدینہ پہنچ کر انھوں نے اپنے کرتوتوں پر ندامت ظاہر کی اور دوبارہ مسلمان ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ان کی خطا معاف کردی اور انھیں آزاد کردیا۔

فتنۂ بحرین

بحرین میں ربیعہ کے بہت سے قبائل عبدالقیس اور بنو بکر وغیرہ آباد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل بحرین کا بھی ایک وفد حاضر ہوا تھا اور یہ اسلام لے آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی کو ان کا عامل مقرر فرمایا تھا۔

جوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی منذر بن ساوی کا بھی انتقال ہوگیا اور اہل بحرین مرتد ہوگئے، بنو بکر تو ارتداد پر اڑے رہے مگر عبدالقیس اپنے سردار حضرت جارود بن معلی کی بدولت اس فتنہ سے نکل آئے۔

واقعہ یہ ہوا کہ حضرت جارود نے اپنی قوم کو جمع کرکے کہا اے عبدالقیس تم مسلمان ہونے کے بعد کیوں کافر ہوگئے؟

عبدالقیس: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر نبی ہوتے تو وہ کیوں مرتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نبی نہیں تھے۔

جارود: اچھا یہ بتاؤ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کچھ نبی گزرے ہیں؟

عبدالقیس، کیوں نہیں، بہت۔

جارود: پھر وہ کہاں گئے؟

عبدالقیس: وفات فرماگئے۔

جارود: بس تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اسی طرح وفات ہوگئی جس طرح اور خدا کے نبیوں کی ہوئی۔ بھائیو! میں تو سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

عبدالقیس: پھر ہم سب اقرار کرتے ہیں۔

عبدالقیس کے اس طرح دوبارہ مسلمان ہونے کی خبر بنو بکر کے سردار حطم بن ضبیعہ کو پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور ان کا محاصرہ کرلیا۔ حطم بن ضبیعہ کے ساتھ اور بھی بہت سے کفار اور مرتدین لگ گئے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے علاء بن حضرمی کو حطم کے مقابلے کے لیے روانہ کیا راستے میں ثمامہ بن اثال اور قیس بن عاصم بھی بنی حنیفہ اور بنی تمیم کے آدمیوں کو لے کر ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔

حضرت علاء کی کرامت

حضرت علاء بن حضرمی جب ایک چٹیل بیاباں میں سے گزر رہے تھے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جب وہ بیابان کے درمیان پہنچے تو انھوں نے اپنی فوج کو آرام کے لیے اترنے کا حکم دیا۔ فوج کے آدمیوں نے اپنے اونٹوں کو کھول دیا اور خود بھی سوگئے، اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام اونٹ بھاگ گئے ہیں، سب لوگ بہت غمگین ہوئے اور کہنے لگے کہ اب دھوپ کی گرمی ہمیں ہلاک کیے بغیر نہ رہے گی۔

حضرت علاء نے انھیں تسلی دی اور کہا بھائیو! تم مسلمان ہو خدا کے دشمنوں سے لڑنے نکلے ہو، خدا کی قسم خدا تمھیں رسوا نہ کرے گا صبح کی نماز کے بعد حضرت علاء نے اللہ کی بارگاہ میں اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اس بیاباں میں جہاں دور دور تک پانی کا گمان نہ تھا ایک طرف کچھ چمک سی محسوس ہوئی، دیکھا تو واقعی پانی تھا مسلمانوں نے خوب سیر ہوکر پانی پیا، نہائے اور ابھی دوپہر نہ ہوئی تھی کہ ان کے اونٹ بھی ادھر ادھر سے آآکر جمع ہوگئے، مسلمانوں نے ان کو بھی سیراب کرلیا۔

غرض حضرت علاء بن حضرمی اپنی فوج کو لے کر حضرت جارود کی مدد کو پہنچے۔ حطم بھی اپنی جمعیت کو لے کر مقابلے پر آیا اور دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی، مرتدین اور مسلمانوں نے اپنے اپنے کیمپ کے سامنے خندقیں کھود رکھی تھیں دونوں طرف کے کچھ دستے روزانہ صبح کو مقابلے کے لیے نکلتے اور شام کو اپنے پڑاؤ پر واپس آجاتے۔ ایک رات مسلمانوں نے غنیم کی فوج میں شور وشغف کی آواز سنی۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ شراب کے نشے میں چور ہوکر اودھم مچا رہے ہیں، مسلمانوں نے فوراً حملہ کردیا۔ جتنے قتل ہوسکے انھیں قتل کردیا اور جو باقی بچے انھیں گرفتار

کرلیا۔ خود سردار لشکر حطم بھی قتل ہوگیا۔ حطم کے ساتھیوں میں سے کچھ جزیرہ دارین (خلیج فارس میں بحرین کے قریب ایک جزیرہ ہے) میں جاچھپے۔ مسلمان سمندر میں گھس کر وہیں پہنچے اور انھیں قتل کیا۔ ان کے علاوہ عمان کے بعض قبائل اور قبیلہ کندہ کے لوگ بھی مرتد ہوگئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بھیجے ہوئے سپہ سالاروں کی ان سے بھی لڑائیاں ہوئیں اور ہر جگہ مسلمان ہی فتح یاب ہوئے۔

اسلام کا محسن اعظم

یہ فتنہ ارتداد اور اس کے انسداد کی مختصر روداد ہے۔ ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتے ہی عرب میں ارتداد کی جو آندھیاں چلیں وہ ایسی خوفناک تھیں کہ آفتاب اسلام کی روشنی کے چھپ جانے میں کسر نہ رہی تھی مگر حضرت ابوبکرؓ کے عزم راسخ اور رائے ثاقب سے مطلع اسلام پھر بے غبار ہوگیا۔ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی حفاظت واشاعت میں حضرت ابوبکرؓ کا ہی مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان ہے۔

ان واقعات سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ مسلمان تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتے۔ ہاں ایمان کی کمزوری کے سبب مغلوب ہوسکتے ہیں۔ خلافت صدیقیؓ کے اس ابتدائی دور میں مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں سے دب گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ میں ان کی حالت بکریوں کے ریوڑ کی سی تھی جو جاڑوں کی ٹھنڈی رات، بارش کی حالت میں، جنگل بیاباں میں، بغیر چرواہے کے رہ جائے۔ مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی قوت نے دشمنوں کی طاقت کی پرواہ نہ کی اور ان کے سامنے فولادی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنا وعدہ "ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (پ۲۶ رکوع ۵)

اگر تم (دین) خدا کی مدد کروگے تو خدا تمھاری مدد فرمائے گا اور تمھارے ڈگمگاتے قدموں کو جمادے گا" پورا فرمایا۔ کافروں اور مرتدوں کے سر اسلام کی عظمت کے سامنے جھک گئے اور اسلام کا جھنڈا پوری آن بان کے ساتھ لہرانے لگا۔

عشقِ رسولؐ

مولانا ظفر علی خاں

پرستارانِ لات و نسر مشکیں زید کی کس کر
جب اس اسلام کے شیدا کو مقتل کی طرف لائے
قریش اپنے جلے تن کے پھپھولے پھوڑنے نکلے
گھروں سے رقص بسمل کا تماشہ دیکھنے آئے
جبین زید پر اس وقت وہ رونق برستی تھی
کہ صبح اولیں کے نور کی بارش بھی شرمائے
یہ اطمینان کامل دیکھ کر کفر اور جھلایا
دلوں کی تیرگی نے بدر کے داغ اور چمکائے
ابوسفیان پکارا کیا ہی اچھا ہو محمدؐ کو
ترے بدلے اگر جلاد خاک و خوں میں تڑپائے
تڑپ اٹھتا ہوں جب مجھ کو وہ نعرے یاد آتے ہیں
بوقت ذبح اس عاشق نے جو اس طرح دہرائے
مجھے ناز اپنی قسمت پر ہو گر نام محمدؐ پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرا سراپا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

پروفیسر منزہ خانم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو

گفتگو ایک شخص کی سیرت و کردار کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

جب ایک شخص گفتگو کرتا ہے تو اس کے حسن و قبیح سامنے آتے ہیں۔ ہر شخص کی پہچان اس کی گفتگو ہے۔ واضح صاف اور ہر فرد کے لیے قابل فہم ہونی چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتا تھا اور آپ کے الفاظ گنے جاسکتے تھے اور بآسانی یاد کیے جاسکتے تھے۔ (ملاحظہ ہو بخاری کتاب العلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو متانت و سنجیدگی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ آپ اپنے ہی فرمان کے مصداق تھے کہ قل الخیر والا فلسکت (اچھی گفتگو کرو ورنہ خاموش رہو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت کی عملی تصویر تھے کہ "وقولوا للناس حسنا (لوگوں سے اچھی بات کہو) اور ان سے عمدہ انداز گفتگو اختیار کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود محتاط اور سنجیدہ گفتگو فرماتے بلکہ آپ لوگوں کو بھی فرمایا کرتے تھے "املک علیک لسانک (گفتگو کرتے وقت زبان کو قابو رکھو) کیونکہ زبان کی بے باکیاں سب اعمال حسنہ کو بے وزن اور بے نور کردیتی ہیں۔ اس لیے اس کے بارے میں ہوشیار اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف وہی بات کرتے تھے جس پر آپ کو ثواب کی امید ہوتی تھی۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا دراصل یہ تھا کہ بے ضرورت اور نامناسب و غیر پسندیدہ گفتگو سے آدمی اپنی زبان کو روکے رکھے۔ جس شخص کا یہ طرز عمل ہوگا قدرتی بات ہے کہ وہ کم بولنے والا اور زیادہ خاموش رہنے والا ہوگا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں سب سے زیادہ بولنے کی ضرورت تھی کہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دینی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ضرورت سے گفتگو میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔ بتانے کی ہر چھوٹی بڑی بات بتلاتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے دیکھنے والے صحابہ کرامؓ نے آپ کا حال یوں بیان کیا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خاموش رہتے تھے۔
(مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۱)

ظاہر ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا انداز اتنا محتاط اور سنجیدہ تھا کہ سوائے نورانی اور پاکیزہ گفتگو کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

زبان مبارک کو جنبش ہی نہیں دی تو دوسرے دل کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات، میل جول اور حسن سلوک بھی اتنا ہی عمدہ اور احسن ہوگا۔ حضور اکرمؐ کی تعلیم، آپ کی گفتگو اور حسن معاملت میں اتنی حکیمانہ وسعت اور ایسی جامعیت تھی کہ مختلف طبیعتیں اور رجحانات رکھنے والے بندگانِ خدا اپنی اپنی استعداد اور اپنے ذوق کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض و برکات حاصل کرتے تھے۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے کلام خداوندی کے بعد کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"انا افصح العرب (میں عربوں میں فصیح ترین ہوں، یعنی عرب میں ندرت کلام کا شہنشاہ ہوں۔ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے آپ سے زیادہ فصیح کوئی شخص نہیں دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے فصیح ترین ہونے میں کیا چیز رکاوٹ ہو سکتی ہے جبکہ میں قریش ہی سے ہوں اور میں نے اپنا بچپن بنی سعد کی آغوش میں گزارا ہے۔"

(ابن سعد طبقات ج ۱ ص ۷۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں" جو کلمہ بھی عربی زبان کا میں نے کسی عرب سے سنا وہ اس سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا تھا۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متنوع حیثیات کے مالک اور متعدد مناصب کے حامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داعی اسلام بھی تھے، مبلغ بھی تھے، قافلہ سالار بھی تھے، اور امیر لشکر بھی۔ پرانے دین کو منسوخ کرنے والے اور نئے قوانین کو وضع کرنے والے تھے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے موضوعات اور معاملات کے انداز بھی متنوع تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین میں بھی ہر قسم کے لوگ شامل تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مناسبت سے گفتگو اور معاملات فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں جاذبیت، اکملیت اور جامعیت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سادہ اور آسان لیکن فصیح ترین زبان استعمال کرتے تھے۔ گفتگو نہایت واضح اور دل میں اتر جانے والی ہوتی تھی۔ اس میں کسی طرح کا ابہام نہ ہوتا تھا اور نہ ہی مشکل الفاظ اور بھاری بھرکم تراکیب ہوتی تھیں۔"

(ابن قیم الجوزیہ زاد المعاد ج ۱ ص ۹۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دنیا میں تشریف لانے والے آخری نبی تھے اس لیے ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز خطاب میں انتہائی سادگی ہو جس سے آپ کا مفہوم نہ صرف اپنے زمانے کے لوگوں پر واضح ہو بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں بھی اس سے پوری طرح مستفیض ہو سکیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو۔

اسی اصول کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سالہ مکی دور میں اسلامی مشن کی تکمیل کے لیے جس خوش گفتاری اور حسن معاملت کا عظیم مظاہرہ فرمایا وہ آج بھی حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ مخالفین اسلام کو سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اس عظیم ہستی سے جو کوئی بھی ایک دفعہ ہم کلام ہو گیا پس وہ پھر اسی کا ہو کر رہ جاتا تھا انھوں نے جو راہوں اور عام گزرگاہوں پر آدمی بٹھا رکھے ہوئے تھے کہ اس شخص سے گفتگو نہ کرنا وہ تمھیں اپنی گفتگو اور حسن اخلاق کے جال میں ایسا پھنسائے گا کہ تمھارا اس سے بچ کر نکلنا ناممکن ہوگا۔ چنانچہ قبیلہ دوس کے سردار طفیل دوسی کا اپنا بیان ہے کہ جب وہ مکہ آیا تو قریش کے رؤساء نے مکہ کی آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور کوشش کی کہ نہ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے پائے اور نہ ہی ان کا کلام سن سکے اس لیے وہ قریش کے کہنے میں آگیا اور جب بھی وہ خانہ کعبہ جاتا تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کی بھنک بھی اس کے کان میں نہ پڑ جائے۔ آخر میں وہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ کلام سنتے ہی اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو گیا۔

(محمد بن عبد الباقی زرقانی ج ۴ ص ۲۳)

مکی دور ختم ہوا تو ہجرت مدینہ سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اکا دکا وفود تو ۵ ہجری ہی میں آنا شروع ہو گئے تھے اسی دوران عمرۃ القضاء اور صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی سلاطین اور امراء کے نام اپنے مکاتب ارسال فرما کر انھیں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ اب عرب پہلے کی طرح کوئی کھلی چراگاہ نہیں ہے اور نہ ہی ایک لاوارث قطعہ زمین ہے بلکہ وہ ایک باضابطہ حکومت کے زیر نگیں ہے اور ایک کارفرما طاقت موجود ہے جو ہر لحاظ سے چوکس اور مضبوط ہے وہ کسی پرائی حکومت سے دبنے والی بھی نہیں بلکہ وہ چیلنج کر رہی ہے اور چیلنج کرنے کا دم خم اس میں موجود ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تخاطب نے اس عہد کے درباریوں کو بری طرح چونکا دیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی شخص روم و ایران کے ذی شان شہنشاہوں کو جرأت و بے باکی سے مخاطب کر سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروجہ آداب کا اہتمام کرتے ہوئے بطور خاص مہر کرنے کے لیے انگوٹھی بھی بنوالی تھی۔ جس پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ تھے۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حسب عادت اور روایت کے مطابق اپنے خطوط اور کلام میں کمال اعجاز کا مظاہرہ فرمایا اور دو لفظوں میں وہ بات کہہ دی کہ "اسلم تسلم" (اسلام لے آؤ سلامتی پا جاؤ گے) جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور ذہنی برتری کی ایک اعلیٰ ترین دلیل ہے اور بلاغت و فصاحت کا بھی کمال ہے ان دو لفظوں میں ایک بحر بے کراں پنہاں ہے اور بے پناہ معانی کی وسعت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ حکمرانوں کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا اور انھیں اپنی حکومتوں کے لالے پڑ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خطوط اور مکاتب کا چرچا سارے عرب میں تھا اور ہر جگہ اس کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔ ۸ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے مبارک ہاتھوں سے مکہ فتح فرمایا۔ اور پھر غزوہ تبوک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مظفر و منصور واپس ہوئے سرداران قریش نے اسلام قبول کر لیا۔

ڈاکٹر نسیم اقتدار علی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طبقۂ نسواں پر احسانات

اگر ہم تاریخ عالم کی ورق گردانی کریں اور دنیا کے مختلف مذاہب، تہذیبوں اور ادوار حکومت کا جائزہ لیں تو ہر عہد اور ہر نظام میں عورت کی ذات دبی پسی اور کچلی ہوئی نظر آئے گی اور تخلیق کی یہ دیوی ہر حق سے محروم ملے گی

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے دنیا کے نقشے پر جو سلطنتیں عروج پر تھیں ان میں رومی اور ایرانی حکومتوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس وقت ان کے طمطراق کا سکہ چل رہا تھا اور ان کے درباروں میں عیش و عشرت کا جو ماحول تھا اس نے دیگر اقوام عالم کو مرعوب کر رکھا تھا لیکن مشرق و مغرب کی اس مصنوعی تہذیب کے یہ علمبردار خود ہر قسم کی اخلاقی خرابی میں مبتلا ہونے کے علاوہ معاشرے کی تمام خرابیوں کے ذمہ دار تھے اس ماحول اور سوسائٹی میں عورت کی حیثیت دل بہلانے والے ایک کھلونے سے زیادہ نہ تھی اس کا استعمال عیش و عشرت کے لیے کیا جاتا تھا وہ کنیز اور لونڈی بن کر رہتی اور بے زبان جانوروں کی طرح مردوں کے رحم و کرم پر زندگی گزارتی اس کو ہمیشہ کمزور بے وفا سمجھا گیا اور اس کا ذکر ہمیشہ حقارت سے کیا گیا۔

سرزمین عرب پر اس وقت جاہلیت کے بادل چھائے ہوئے تھے اور یہ ملک متمدن دنیا میں آسائشوں اور دیگر تفریحات سے روشناس نہیں ہوا تھا لیکن عورت کے متعلق میں اس کی حالت بھی متمدن دنیا سے کچھ بہتر نہ تھی اور وہاں دور جاہلیت میں عورت کو کمزور ذات پر جو مظالم کیے گئے انھیں رقم کرتے ہوئے آج بھی قلم کانپ اٹھتا ہے۔ عورت ہر قسم کے ظلم و بدسلوکی کا شکار تھی اس کا اپنا کوئی حق تھا نہ رائے۔ اس کے مال و دولت پر ہمیشہ مرد کا قبضہ رہتا تھا وہ والدین یا شوہر کی جائداد میں کوئی حصہ نہ پاتی۔ شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہ تھی کہ دوبارہ اپنا گھر اپنی پسند سے بسا سکے۔ دوسرے سامان اور جانوروں کی طرح وہ بھی وراثت میں منتقل ہوتی رہتی۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا باعث تحقیر سمجھا جاتا اور ان سے نفرت اس درجہ بڑھ جاتی کہ انھیں پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں گاڑ دیا جاتا۔

دنیا کے کونے کونے میں انسانیت سسک رہی تھی وہاں بھی جہاں مصنوعی تہذیب اور پرفریب زندگی کا سیلاب آیا ہوا تھا اور وہاں بھی جہاں جہالت کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے ایسے وقت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی شکل میں ایک نیا نظام اور ایک نیا ضابطۂ حیات دنیا کے سامنے پیش کیا اور اپنی عملی زندگی میں اس کی مثالیں دے کر اسے ہمارے لیے آسان بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین بن کر تشریف لائے تھے، آپ نے انسانیت کو عہد تاریکی و جہالت سے نکال کر ایک روشن و تابناک تہذیب سے آشنا کیا سماج کے ہر کمزور و پسماندہ فرد کو اس کا حق ملا اور عورت جو زندگی کے بدترین المیہ سے دوچار تھی ایک ایسے بلند مقام پر پہنچ گئی جہاں ایک ماں کی حیثیت سے اس کے قدموں کے نیچے جنت تھی۔ والدین کی جائداد میں وہ ایک تہائی حصہ کی حق دار قرار دی گئی اور شوہر کی طرف سے مہر کی رقم پا کر سماج میں اس کی معاشی اہمیت اور social status قائم ہوا۔

اسلام نے عورت کو جو درجہ دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طبقۂ نسواں پر جو احسانات فرمائے ہیں دنیا کی تاریخ آج تک ان کی کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک ماں اولاد کی پرورش میں بڑی آزمائشوں سے گزرتی ہے بچے بڑے ہو کر اس ایثار و قربانی کو بھول جاتے ہیں اس لیے ماں کی خدمت اور اطاعت کرنے والوں کو آپ نے جنت کی خوشخبری دی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جب کوئی شخص جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کرتا تو آپ دریافت فرماتے کیا تم نے اپنی ماں سے اجازت لی ہے؟ گویا ایک ماں کو یہ مرتبہ عطا فرمایا کہ اسلام کے ایک اہم فریضہ جہاد میں شرکت کے لیے اس کی اجازت کو مقدم بتایا۔

آپ نے عورتوں کو قابل احترام اور قابل عزت ہستیاں قرار دیا اور اپنے عمل سے اس کی مثالیں پیش کیں۔ آپ کی دایہ بی بی حلیمہ جب بھی آپ سے ملنے آتیں آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور اکثر ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے آپ کی بیٹی بی بی فاطمہ جب تشریف لاتیں تو آپ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے۔ اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے۔

لڑکیوں کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جس کے دو یا تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی پرورش کرے اور ان کی شادیاں کر دے تو وہ جنت میں اس طرح میرے ساتھ ہوگا جیسے ایک ہاتھ کی دو انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ آپ کے ان ارشادات کی وجہ سے وہ لڑکیاں جو زندہ زمین میں گاڑ دی جاتی تھیں ماں باپ کی آنکھوں کا تارا اور دل کی ٹھنڈک بن گئیں۔

اب لڑکیاں وراثت میں منتقل ہونے والی جنس نہ تھیں بلکہ والدین کی میراث میں ترکہ پا کر وہ خود صاحب جائداد ہونے کے ساتھ صاحب رائے بھی تھیں شادی کے وقت ان کی رضامندی کی بڑی اہمیت تھی۔ آپ نے فرمایا بیوہ یا طلاق شدہ عورت کا نکاح اس کی رائے کے بغیر نہ کیا جائے۔ اور لڑکی کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔ نکاح جیسے متبرک اور مقدس رشتے کے قیام کے وقت بھی پہلے عورت کی رضامندی لینے کا حکم دیا گیا اور اس کے بعد مرد کی منظوری کا نمبر آیا۔ مہر کی رقم ادا کرنے کے لیے آپ نے نہایت تاکید فرمائی۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جس کسی مرد نے تھوڑے یا زیادہ مہر پر کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے دل میں مہر ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اس نے عورت کو دھوکا دیا پھر وہ مہر ادا کیے بغیر مر گیا تو سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب

بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہو۔ آپؐ کے ازدواجی تعلقات حسن معاشرت اور اخلاق کا اعلا نمونہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ ہم میں اس طرح ہنستے بولتے اور بیٹھتے کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ کوئی ۔۔ اولوالعزم نبیؐ ہیں لیکن جب کوئی دینی بات ہوتی یا نماز کا وقت آجاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آدمی ہیں ہی نہیں۔ آپؐ گھر کے اندر ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔

ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت صفیہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگیں تو آپؐ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے اور آپ دونوں زمین پر گر پڑتے۔ حضرت طلحہؓ مدد کو دوڑے وہ پہلے آپ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا "پہلے عورت کی خبر لو۔"

ایک اور سفر میں اونٹوں پر عورتیں سوار تھیں۔ ساربانوں نے چلتے چلتے حدی خوانی شروع کر دی اور اونٹ بھڑکنے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ: دیکھو آبگینوں کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔

عرب میں بیواؤں سے شادی کرنا عیب سمجھا جاتا تھا۔ آج بھی ترقی یافتہ دنیا کے اکثر حصوں میں مذموم رسم قائم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مخالفت میں بھی عملی مثال پیش کی۔ آپؐ نے پچیس سال کی عمر میں پہلی شادی ایک بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ سے کی۔ اور اس طرح زمانۂ جاہلیت کی ایک مذموم رسم کو توڑا۔

آپؐ کے عہد زریں میں عورتوں نے شجاعت و بہادری کے جو بے مثال کارنامے انجام دیے ہیں تاریخ اسلام اس سے بھری پڑی ہے لڑائی کے دوران زخمیوں کو پانی پلانا اور ان کی مرہم پٹی کی خدمات خواتین ہی انجام دیتی تھیں۔ یہ خدمت حضورؐ کی بیویوں اور قریبی رشتہ دار خواتین نے بھی انجام دی ہے۔

طلوع اسلام کے ساتھ جب سرزمین عرب پر علم و ادب کے چشمے بہنے لگے تو خواتین بھی حصول علم میں مردوں سے پیچھے نہ رہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم و فضل کا جواب نہ تھا۔ حدیثوں کا ایک بڑا حصہ ان سے منقول ہے اور بڑے بڑے عالم و فاضل دینی مسائل پوچھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان ہم عورتوں پر کچھ کم نہیں کہ آج سے چودہ سو سال پہلے علم کے دروازے ہمارے لیے کھل گئے تھے اور ہمیں وہ تمام حقوق مل گئے تھے جنھیں حاصل کرنے کے لیے آج ترقی یافتہ دنیا کی عورت قانونی چارہ جوئی کر دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری تقریر میں بھی لوگوں کو عورتوں کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی وصیت کو مانو۔ بے شک تمھارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔"

ہزاروں درود و سلام ہوں اس
ہادی برحق پر جس نے
دلائے سارے حقوق نسواں
لیا یتیموں کو زیر داماں
لٹائے رحمت کے پھول ان پر
درود اس پر سلام اس پر

محمد آباد شاہ پوری

امام لیث بن سعد

یہ کون ہے جس کی آمد پر مصر میں دھوم مچ گئی ہے اس کے اعزاز میں محفلیں منعقد ہونے لگی ہیں۔ اپنے وقت کا معروف شاعر عمار بن منصور ہے لوگوں نے اس کے کلام کی شہرت سن رکھی ہے اور اب اس کو اپنی زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جب شاعری کی معراج خلیفۂ وقت اور امرا و حکام کی مدح سرائی قرار پا چکی شعرا خوشامد اور تملق پیشگی سے اپنی زبان کو آلودہ کرتے اپنے ممدوح کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے اور داد و دہش سے دامن بھرتے ہیں۔ خلفا اور امرا کی بارگاہ سے وابستگی کو مایۂ فخر سمجھا جاتا ہے ان کی شان میں کہے ہوئے شعر پڑھے لکھے طبقے میں پھیلتے ہیں اور ان کے ذریعے عوام الناس میں۔ اس طرح پورا معاشرہ سیرت و کردار کو تباہ کر دینے والے اس زہر سے متاثر ہو جاتا ہے قصیدہ سرائی کی یہ وبا محض علمی اور شعر و سخن کی محفلوں تک محدود نہیں رہی بلکہ مسجدیں تک اس کی زد میں آچکی ہیں قصیدہ گو اور بھاٹ منبر رسول پر کھڑے ہو جاتے اور اپنی یاوہ گوئی سے مسجد کی مقدس فضا کو مکدر اور ناپاک کرتے ہیں کوئی انھیں ٹوکنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

منادی کی ندا بلند ہو رہی ہے وہ گلی کوچوں میں ڈھنڈورا پیٹتا پھر رہا ہے۔ عمار بن منصور مسجد میں اپنا کلام سنائے گا۔ ایک دنیا ٹوٹ پڑتی ہے عمار خلیفۂ وقت کی مدح میں ایک طویل قصیدہ پڑھتا ہے۔ لوگ جی بھر کر داد و تحسین کے پھول نچھاور کرتے گھیر لیتے ہیں اور عقیدت کا اظہار کرنے لگتے ہیں اتنے میں دو آدمی آکر کہتے ہیں آپ کو امام لیث بن سعد یاد فرماتے ہیں۔

عمار ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انھوں نے پوچھا کہ تم مسجد میں کیا پڑھ رہے تھے؟

اپنے ملک کا امام اس کا کلام سننے کی فرمائش کر رہا ہے اس سے بڑھ کر مقام مسرت اور کیا ہو سکتا ہے؟ عمار بڑے فخر و انبساط کے ساتھ قصیدہ دہراتا ہے۔ امام اس کا کلام سن رہے ہیں ان کے چہرے پر انقباض کے آثار صاف ہویدا ہیں۔ لیکن عمار اپنی دنیا میں گم ہے۔ قصیدہ سنا کر ان کی طرف نگاہ کرتا اور دم بخود رہ جاتا ہے۔ ان کا چہرہ گہرے غم و افسوس میں ڈوبا ہوا ہے اور ان پر رقت سی طاری ہے۔ لیث کچھ دیر بعد سنبھلتے ہیں۔ دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی اسے دے کر کہتے ہیں" عمار اپنے کلام کو سلاطین کے دربار سے بچاؤ، سلاطین ہی پر کیا موقوف ہے کسی انسان کی مدح سرائی مت کرو۔

ساری حمد و ثنا اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ بس اسی کی حمد و ثنا تمھارے لیے کافی ہے۔ اللہ نے چاہا تو میں ہر سال تمھیں اتنی ہی رقم بھیجتا رہوں گا۔

عمار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے عہد کیا کہ آئندہ وہ کسی کی مدح سرائی سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرے گا۔ امام لیث بھی جب تک زندہ رہے اپنے وعدے کو نبھاتے رہے۔

یہ ہیں چمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشہ چین۔ لیث بن سعد (پیدائش ۹۴ھ، وفات ۱۷۵ھ) مصر کے امام اور محدث جن کی عظمت کا سکہ لاکھوں دلوں پر رواں ہے جن کے آگے بڑے بڑے ائمہ نے زانوائے ادب تہہ کیا، جن کے علم و فضل کا اعتراف اپنے عہد کے ممتاز علماء اور حدیث و فقہ کے مشائخ کرتے ہیں اور جو ان عظیم محدثین میں سے ایک ہیں جن کی وساطت سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک آنے والی نسلوں تک پہنچیں گی، جن کی صدق شعاری اور فکر و نظر کی پاکیزگی اور اہل اقتدار سے بے نیازی ان لوگوں کی افترا پردازی کا خود جواب ہو گی جو یہ کہیں گے کہ محدثین نے اقتدار کی خوشنودی کے لیے احادیث وضع کی تھیں۔

یحییٰ بن سعید، امام لیث کے شیوخ میں سے ہیں وہ کہا کرتے تھے کہ لیث امام وقت ہیں جن کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں۔ امام شافعیؒ ان کے ہم عصر ہیں مگر ان سے استفادہ نہیں کر سکے اس کا انھیں زندگی بھر افسوس رہا۔ فرماتے ہیں: "مجھے لیث بن سعد اور ابن ابی ذہب کے علاوہ کسی سے نہ ملنے کا افسوس نہیں۔"

جلیل القدر محدث عبداللہ ابن وہب فرمایا کرتے تھے:

"اگر لیث اور امام مالک نہ ہوتے تو میں راہ راست سے بھٹک جاتا۔"

لیث عراق تشریف لے گئے تو خلیفہ مہدی نے اپنے وزیر یعقوب بن داؤد سے کہا کہ یہ اپنے وقت کے شیخ ہیں۔ ان سے بڑا آج کوئی عالم نہیں۔ ان کی صحبت اختیار کرو۔

حدیث کے راویوں کو پرکھنے کے لیے جرح و تعدیل کے ائمہ نے نہایت کڑی کسوٹی مقرر کی ہے لیث ابن سعد اس کسوٹی پر ہر لحاظ سے پورا اترتے ہیں۔ امام یحییٰ بن معینؒ انھیں نہایت ثقہ، صالح اور قابل اعتماد قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ صحت حدیث اور حفظ و اتقان میں مصر بھر میں لیث کا کوئی ثانی نہیں۔

قوت حافظہ میں تمام بڑے بڑے محدثین کی طرح ممتاز ہیں۔ ان کے سینے میں احادیث کا بھاری ذخیرہ محفوظ ہے جنھیں بیان کرتے وقت ان کا حافظہ ذرا بھی غلطی نہیں کرتا۔ اپنے شیخ نافع کا جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے تربیت یافتہ اور غلام تھے مرتب کردہ احادیث کا ایک مجموعہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ علاوہ بریں خود بھی انھوں نے مجموعے مرتب فرمائے ہیں۔ ایک بار شاگرد نے دریافت کیا کہ آپ بسا اوقات ایسی روایات بھی بیان کر دیتے ہیں جو آپ کے مرتب کردہ مجموعوں میں نہیں ملتیں۔ فرمایا میرے سینے میں جو ذخائر موجود ہیں اگر ان سب کو کاغذ پر منتقل کر دوں تو ایک سواری کا بوجھ بن جائے۔ بایں ہمہ روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اپنے شیوخ تک کی روایت میں کوئی خامی پاتے تو اسے روایت نہ کرتے۔ ان کے نزدیک ایک شیخ ابوزبیر ہیں جن کا شمار مشائخ حدیث میں ہوتا ہے وہ بعض اوقات بیچ کے راوی کا تذکرہ نہیں کرتے اور اوپر کے راوی سے حدیث روایت کر دیتے ہیں اس طرح اسناد حدیث سے ناواقف شخص سمجھتا ہے کہ وہ اس شخص سے براہ راست حدیث روایت کر رہے ہیں۔ فن حدیث میں اسے "تدلیس" کہتے ہیں۔ لیث ایسی روایات بیان نہیں کرتے تھے۔

لیث جتنے بڑے محدث ہیں اتنے ہی عظیم فقیہ اور مجتہد بھی ہیں۔ عبداللہ بن وہب، امام مالک کے شاگرد خاص ہیں۔ وہ لیث کو امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ اور اجتہاد سے بہرہ ور قرار دیتے ہیں۔ اپنے علم و فضل و فکر و نظر، تفقہ اور مجتہدانہ بصیرت کے طفیل بالکل نوجوانی کے عالم میں اہل علم کا مرکز توجہ بن گئے۔

امام لیث کی سیرت و کردار چاند کی کرنوں سے زیادہ اجلی اور فولاد سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ اسلامی زندگی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اخلاقی اعتبار سے ہمہ گیر شخصیت تھے۔ جن احادیث کی روایت کرتے تھے ان پر خود بھی عمل پیرا ہوتے تھے۔ لیث بڑی جائداد کے مالک تھے جو انھیں ورثے میں ملی تھی صرف غلے کی پیداوار سے چالیس پچاس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ علاوہ بریں تجارت بھی کرتے تھے اس طرح کل آمدنی ستر اسّی ہزار سالانہ تھی لیکن انھوں نے روپے پیسے کو کبھی سینت کر نہیں رکھا بلکہ ساری دولت اہل علم، طلبار، مستحقین اور حاجت مندوں پر خرچ کرتے رہتے تھے اور اس طرح خرچ کرتے تھے کہ زکوٰۃ دینے کی نوبت نہیں آتی تھی بلکہ بعض اوقات اپنی ضرورت کے لیے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ امام مالک کو سو دینار سالانہ بھیجتے تھے۔ ایک مرتبہ امام مالک پر قرض ہو گیا تو پانچ سو دینار بھجوائے۔

ایک مرتبہ امام مالک نے بچوں کے کپڑے رنگنے کے لیے عصفر منگوائی یہ زرد رنگ کی گھاس تھی جو صرف مصر ہی میں پیدا ہوتی تھی۔ لیث نے اتنی مقدار میں بھیجی کہ امام مالک کے گھر والوں نے خود بھی استعمال کی اڑوس پڑوس کے گھروں میں بھی تقسیم کی پھر بھی اس قدر بچ گئی کہ ایک ہزار دینار میں اسے فروخت کیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے بیمار شوہر کے لیے پیالہ بھر شہد مانگا۔ امام لیث نے اپنے مختار کو کہلوایا کہ اس عورت کو ایک مطر (ایک من بارہ سیر) شہد دے دو۔ مختار نے اتنی مقدار میں شہد دینے پر اعتراض کیا تو فرمایا اس خاتون نے اپنے ظرف کے مطابق مانگا تھا ہم اسے اپنے ظرف کے بقدر دیں گے۔

دل کے دریا ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز تھے۔ تنہا کھانا شاذ و نادر ہی کھاتے تھے۔ مہمان کی خاطرداری اپنے اہل و عیال سے بڑھ کر کرتے تھے۔ چلنے کی اجازت چاہتا تو زادراہ دے کر رخصت کرتے تھے۔ حضر میں ہوں یا سفر میں ان کا لنگر خانہ جاری رہتا تھا بایں ہمہ خود اپنی زندگی نہایت سادہ گزارتے تھے۔ محمد بن معاویہ کا بیان ہے کہ لیث ایک بار اپنے گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے تو میں نے ان کی سواری اور سامان وغیرہ کا اندازہ کیا سب کی قیمت اٹھارہ بیس درہم سے زیادہ نہ تھی۔

لیث ان لوگوں میں سے ہیں جو بعض دوسرے محدثین مشائخ کے برعکس ارباب اقتدار کے ساتھ راہ و رسم رکھتے تھے لیکن اس راہ و رسم سے کبھی ذاتی فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ خلیفہ منصور کی ذاتی خواہش تھی کہ لیث کوئی منصب سنبھال لیں۔ ایک بار وزارت عظمیٰ اور مصر کی گورنری کی پیشکش کی مگر انھوں نے معذرت کر دی کہ میں کمزور آدمی ہوں اس بار امانت کو اٹھانے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

چٹانیں، چشمے، وادیاں، پہاڑ

سید عاصم محمود

ہماری زمین کا نصف قطر یعنی اس کے مرکز اور اس کی سطح کا درمیانی فاصلہ تقریباً ۴ ہزار میل ہے سب سے گہری کان کی گہرائی صرف دو میل ہے۔ چار ہزار میل کے مقابلے میں دو میل کی وہی حیثیت ہے جیسے کسی فٹ بال پر گرد کی ایک نہایت پتلی تہہ جم جاوے۔

سطح بحر پر ہوا کا دباؤ پندرہ پونڈ فی مربع انچ ہوتا ہے لیکن زمین کا مرکزی دباؤ تقریباً پانچ کروڑ پونڈ فی مربع انچ ہے۔ سائنس دان ابھی تک اتفاق رائے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین کا مرکزی حصہ ٹھوس ہے، مائع ہے یا گیس۔

بہت سے سائنس دان یہ سمجھتے ہیں کہ زمین کا اندرونی حصہ نہایت گرم ہے اندر کی گرمی آہستہ آہستہ باہر نکلتی ہے اور جیسے جیسے زمین ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے لیکن نہایت آہستہ سو سال میں صرف چند انچ فرق پڑتا ہے۔

زمین کے پہاڑ اور میدان سب چٹانوں سے مل کر بنے ہیں لیکن پہاڑ بنانے والی چٹانیں عام طور پر ان چٹانوں سے وزن میں ہلکی ہوتی ہیں جنھوں نے میدان بنائے ہیں۔ دنیا کی سب سے بھاری چٹانیں سمندروں کی تہہ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر کہیں ہمارے پہاڑ ان بھاری چٹانوں سے مل کر بنے ہوتے تو ان کا وزن بہت ہی زیادہ ہو جاتا اور وہ زمین میں دھنس جاتے۔

جزیروں کا ایک مجموعہ "روکس آف سینٹ پال" کہلاتا ہے۔ ان جزیروں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ان ہی بھاری چٹانوں سے مل کر بنے ہیں یہ چٹانیں سمندر کی تہہ سے ابھر آئیں ان کی لمبائی چوتھائی میل ہے اور ان کی سب سے اونچی چوٹی سطح بحر سے صرف ساٹھ فٹ اوپر ہے۔ یہ جزیرے برازیل اور افریقہ کے درمیان اوقیانوس میں واقع ہیں۔ ہزاروں سال سے سمندر کی طوفانی لہریں ان سے آکر ٹکرا رہی ہیں ان چٹانوں پر کچھ نہیں پیدا ہوتا حتیٰ کہ کہیں گھاس بھی کہیں نظر نہیں آتی۔ جو ہر قسم کے حالات میں اگ آتی ہے یہاں کوئی انسان آباد نہیں صرف چند کیکڑے سمندری چڑیاں اور کچھ کیڑے مکوڑے یا مکڑیاں نظر آتی ہیں جو چڑیوں کے سہارے زندہ ہیں۔

زمین پر ریت بڑی مقدار میں پائی جاتی ہے دنیا کا سب سے بڑا ریگستان صحرائے اعظم ہے جو شمالی افریقہ میں واقع ہے اس کا رقبہ ۳۵ لاکھ مربع میل ہے یعنی ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے بھی زیادہ۔ اس پر چند انچ سے لے کر تین چار سو فٹ کی گہرائی تک ریت چھائی ہوئی ہے لیکن تمام ریگستان ریتیلا نہیں ہے اس میں بہت سے

پہاڑ اور نخلستان بھی واقع ہیں جہاں پانی موجود ہے نخلستانوں میں پودے اور درخت اگ سکتے ہیں۔

صحرائے اعظم کے نیچے بہت سے چشمے بھی ہیں۔ وہاں کے لوگ کہیں کہیں گڑھے کھود کر ان چشموں سے مچھلیاں تک پکڑتے ہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دلدل میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی طرف کھینچ کر گہرائی میں اتار دیتی ہے۔ یہ بات صحیح نہیں جب ریت میں زیادہ نمی شامل ہو جاتی ہے تو وہ وزن نہیں سہار سکتی اسی لیے بھاری چیز اس میں دھنس جاتی ہے اگر کوئی آدمی دلدل پر پیر رکھے تو وہ بھی پھنس جاتا ہے۔

امریکہ کی ریاست کولوریڈو میں ۱۸۷۸ء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ایک ریل گاڑی ایک درّے میں دلدل میں گر گئی چونکہ انجن کا وزن زیادہ تھا اس لیے وہ گہرائی میں اترتا چلا گیا اور پوری ٹرین غائب ہو گئی۔ جب دلدل کچھ خشک ہوئی تو پچاس فٹ سے زیادہ گہرائی تک بھی اس گاڑی کا کوئی نشان نہ ملا۔

کیا آپ نے "گانے والی ریت" کا نام سنا ہے؟ اگر آپ اس ریت پر چلیں یا اس پر تیز ہوا چل رہی ہو تو وہ عجیب و غریب آوازیں پیدا کرتی ہے جو گانے سے ملتی جلتی ہیں۔ امریکہ میں یہ ریت کہیں کہیں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے بعض دوسرے ملکوں میں ملتی ہے۔ ہر جگہ اس کا مختلف نام ہے۔ جنوبی افریقہ کے لوگ اسے "چیخنے والی ریت" کہتے ہیں۔ جزائر ہوائی میں اسے "بھونکنے والی ریت" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے اسے "بجنے والی ریت" کہتے ہیں کچھ بھی ہو، سائنس دان ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ اس ریت سے عجیب و غریب آوازیں کیوں پیدا ہوتی ہیں۔

دنیا میں نو پہاڑی چوٹیاں سب سے اونچی ہیں اور وہ ہندوستان، تبت پاکستان اور چین کے آس پاس کوہ ہمالیہ میں واقع ہیں۔ اسی وجہ سے یہ علاقہ "دنیا کی چھت" کہلاتا ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی آبشار کا پتہ ۱۹۳۵ء میں لگایا گیا اس کا نام آبشار اینجل ہے اور وہ وینزویلا میں واقع ہے۔ آبشار نیاگرا کے مقابلے میں اس کی اونچائی اٹھارہ گنا ہے، یعنی دنیا کی بلند ترین عمارت "ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ" سے بھی دوگنی۔ اینجل آبشار کا پانی تین ہزار دو سو بارہ فٹ کی اونچائی سے نیچے گرتا ہے۔

زمین کے جنوبی قطب کے چاروں طرف ایک وسیع براعظم واقع ہے جو ہر وقت برف سے ڈھکا رہتا ہے اس کا رقبہ پچاس لاکھ مربع میل کے قریب ہے یعنی ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور آسٹریلیا کے مجموعی رقبے کے برابر لیکن اب تک بہت کم لوگوں نے اسے دیکھا ہے آج کل اس پر تحقیقات ہو رہی ہے دنیا میں اتنی سردی کہیں اور نہیں پڑتی جتنی وہاں پڑتی ہے۔ قطب شمالی کا علاقہ بھی اتنا ٹھنڈا نہیں ہے۔ جنوبی براعظم کا درجہ حرارت موسم گرما میں بھی نقطۂ انجماد سے اوپر نہیں جاتا اور جاڑے کے موسم میں صفر سے سو ڈگری نیچے گر جاتا ہے۔

دنیا میں برف کی کمی نہیں۔ ہمالیہ آلپس اور راکیز جیسے بلند پہاڑوں پر اس قدر برف گرتی ہے کہ چوٹیاں اس کے وزن کو سہار نہیں سکتیں۔ برف کے بڑے بڑے تودے پھسل پھسل کر نیچے گرتے رہتے ہیں انھیں ایوالانچ کہتے ہیں۔ برف کا تودہ نیچے آتے آتے آس پاس کی برف کو اپنے ساتھ ملاتا رہتا ہے۔ بھاری ہو جانے کی وجہ سے اس کی رفتار بھی زیادہ ہو جاتی ہے

اور جو چیز بھی اس کی راہ میں آجاتی ہے وہ دب کر رہ جاتی ہے۔

برف کے یہ عظیم تودے زیادہ تر موسم بہار میں پھسلتے ہیں کیونکہ گرمی آنے کے ساتھ ساتھ ان کے نیچے کی برف پگھلنے لگتی ہے اور وہ جگہ چھوڑ دیتے ہیں بعض اوقات ان کی رفتار سو میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے۔

سوئٹزرلینڈ میں کوہ آلپس پر ایک ایوالانچ دیکھا گیا تھا جس میں کوئی پچاس لاکھ ٹن برف تھی۔ جب برف کا یہ پہاڑ تیزی سے نیچے پھسلتا ہے تو ہوا بھی تیز چلنے لگتی ہے اور بعض اوقات نصف میل آگے کے درخت اور مکان گرا دیتی ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ برف کا کوئی تودہ پھسلنے کے قریب ہے لیکن اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ ایسے نازک موقع پر ذرا سا شور بھی اسے پھسلانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوئٹزرلینڈ کے موسم میں کوہ پیماؤں اور برف پر پھسلنے والوں کو شور مچانے یا زور سے بات چیت کرنے سے روکا جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا اولا، جسے پگھلنے سے پہلے تولا گیا اور جس کی تصویر بھی لی گئی ۱۹۲۸ء میں نبراسکا میں گرا تھا اس کا گھیر استرہ انچ تھا اور وزن ڈیڑھ پونڈ تھا۔

جزائر غرب الہند میں ایک جزیرہ ہے جس کا نام ڈومی نیکا ہے وہاں ایک جھیل ہے جو ہر وقت کھولتی رہتی ہے یہ جھیل ۲۳۰۰ فٹ کی بلندی میں پہاڑ کی ڈھال پر واقع ہے اور جنگل میں چھپی ہوئی ہے اس کی چوڑائی ۲۰۰ فٹ ہے۔ آج تک کسی نے اس کی بیچ کی گہرائی معلوم نہیں کی۔ اس کا پانی ہر وقت گرم رہتا ہے اور چونکہ اس میں گندھک اور دوسرے کیمیاوی اجزا بھی شامل ہیں اس لیے درجہ حرارت ۲۱۲ ڈگری فارن ہائٹ کے بجائے ۲۱۹ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔

جھیل کی تہہ سے بہت سی گیسیں اوپر اٹھتی رہتی ہیں ان کی وجہ سے اس کی سطح پر بلبلے پیدا ہوتے رہتے ہیں جس طرح کھولتے ہوئے صابن پر دکھائی دیتے ہیں۔ بعض بلبلوں کا قطر ۳۰ فٹ تک پہنچ جاتا ہے اور کبھی کبھی پوری جھیل پر صرف ایک بلبلا چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ پھٹنے سے پہلے یہ بلبلے دس فٹ کی اونچائی تک پھول جاتے ہیں ان کے پھٹنے سے بڑی زہریلی گیس خارج ہوتی ہے۔ بعض سیاحوں نے اس کو سونگھنے کی کوشش کی اور وہ مر گئے۔

ستمبر ۱۹۵۲ء میں بحرالکاہل کے ایک غیر آباد جزیرے پر ایک آتش فشاں پھٹا اس جزیرے کا نام سان بینی ڈکٹو ہے اور وہ کیلی فورنیا سے ۸۰۰ میل جنوب میں واقع ہے، چھ ہفتے کی آتش فشانی کے بعد اس پر ایک ہزار پچاس فٹ کی اونچائی تک لاوا جمع ہو گیا۔

مغربی نصف کرے میں ۱۸۴۷ء کے بعد آتش فشاں پھٹنے **کا** واقعہ ۲۰ فروری ۱۹۴۳ء کو پیش آیا، جب میکسیکو میں ایک پہاڑ یکایک لاوا اگلنے لگا۔ اس نے سو مربع میل کے علاقے میں سات دیہات تباہ کر دیے اور کوئی پودا صحیح سلامت نہ چھوڑا اس سے متواتر آٹھ سال تک لاوا نکلتا رہا جس کا مجموعی وزن ایک ارب ٹن سے زیادہ ہو گا۔ اس نئے آتش فشاں کا نام "پیری کوٹن" ہے، سائنس دان اس کی بڑی قدر کرتے ہیں کیونکہ یہی ایک آتش فشاں ہے جسے انھوں نے شروع سے دیکھا ہے وہ ان کے لیے ایک اچھی تجربہ گاہ ثابت ہوا ہے۔

مارٹی نیک نامی جزیرے کا آتش فشاں "ماؤنٹ پیلی" ۱۹۰۲ء میں پھٹا تو سینٹ پارٹ شہر اور اس کے اٹھائیس ہزار باشندے صرف تین منٹ میں تباہ ہو گئے، صرف چند آدمی باقی بچے۔ ان میں ایک قیدی بھی تھا جو اس وقت جیل کی کوٹھری میں بند تھا اس کوٹھری کی دیواریں اتنی موٹی اور مضبوط تھیں کہ انھوں نے اس کی جان بچا لی۔

اب تک لاوے کا زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۲۰۰۰ ڈگری ریکارڈ کیا جا چکا ہے۔

دنیا میں تین ملک ایسے ہیں جہاں زمین کی اندرونی حرارت کو جس سے زلزلے آتے ہیں، مشین چلانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، ٹسکنی (اٹلی) ہیں، جاوا میں اور کیلی فورنیا میں جو امریکہ کی ایک ریاست ہے۔ وہاں قدرتی بھاپ نکلتی ہے اور اسے کام میں لایا جا رہا ہے لیکن ابھی تک اس قدرتی خزانے میں کسی قسم کی کوئی کمی محسوس نہیں کی گئی۔ جس علاقے میں قدرتی بھاپ پائی جاتی ہے وہاں تیل جیسے کنویں کھودے جاتے ہیں اس بھاپ سے بجلی پیدا کی جاتی ہے ابھی تک اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا سائنس دان برابر تجربات کر رہے ہیں۔

کیلی فورنیا کی ایک وادی میں ایک خشک جھیل واقع ہے جس نے ماہرین ارضیات کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس پر بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا وزن پانچ سو پونڈ تک ہے ان پتھروں نے کیچڑ پر ایسے نشان ڈال دیے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر ادھر ادھر حرکت کرتے رہتے ہیں حالانکہ وہاں کسی آدمی گاڑی یا خچر کے پیروں کا کوئی نشان نظر نہیں آتا پھر یہ پتھر کس طرح حرکت کرتے ہیں؟

سائنس دان ابھی تک اس راز کو نہیں سمجھ سکے آج تک کسی آدمی نے ان پتھروں کو اپنی جگہ سے ہلتے جلتے نہیں دیکھا۔ ممکن ہے بارش کے وقت وہاں کی زمین پھسلواں ہو جاتی ہو اور تیز ہوائیں ان پتھروں کو ادھر ادھر دھکیل دیتی ہوں۔ کچھ بھی ہو ابھی تک یہ معمہ حل نہیں ہو سکا۔

بقیہ: امام لیث

کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہر چند منصور نے اصرار کیا کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کمزور کیوں ہونے لگے؟ لیکن لیث اپنے انکار پر قائم رہے۔

عوام اور حکومت دونوں حلقے ان کا بیحد احترام کرتے تھے حکمراں طبقہ ان کی بات مانتا تھا۔ لیث اس اثر و رسوخ سے ہمیشہ خلق کے مفاد میں کام لیتے تھے حکام جب بھی ان سے مشورہ طلب کرتے تھے لگی لپٹی رکھے بغیر حق بات کہہ دیتے تھے۔ ایک بار ہارون الرشید سے ملنے گئے، انھوں نے پوچھا، مصر کی خوش حالی اور فارغ البالی کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ بڑی صاف گوئی سے کہا "دریائے نیل کے جاری رہنے اور مصری حکام کی صلاح و تقویٰ پر۔"

محبوب چیز کے صدمے پر صبر کا صلہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے اس مومن بندے کے لیے جنت کے سوا اور کیا صلہ ہو سکتا ہے کہ جس کے محبوب کو لے لوں اور وہ ثواب آخرت کی خواہش پر صبر کرے۔

(بخاری مسلم)

موت کی آرزو نہ کرے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر مجبور ہو جائے تو کہے اے اللہ مجھے زندہ رکھ اگر زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے موت دے اگر موت میرے لیے بہتر ہے۔

(بخاری۔ مسلم)

ڈیٹن سمجھوتہ

آصف جیلانی

کے ذریعہ

بوسنیا کا نمایاں مسلم تشخص ختم کردیا گیا

ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں کو یہ بات سنسنی خیز محسوس ہو اور بہت سوں کو اس پر یقین نہ آئے کہ کوسوو کے بحران کے بارے میں مغربی طاقتوں اور یوگوسلاویہ کے آمر صدر میلاسووچ دونوں کا ایجنڈا دراصل ایک ہے، رویے البتہ مختلف ہیں۔ امریکہ کی قیادت میں یوگوسلاویہ کے خلاف نیٹو کے فضائی حملوں کا مقصد کوسوو کی البانوی نژاد اکثریت کے نسلی صفائے کو روکنا اور میلاسووچ کی سرب فوج کی بربریت سے انھیں نجات دلانا بتایا جائے اور دوسری طرف صدر میلاسووچ کی طرف سے نیٹو کی فضائی مہم کی مزاحمت کو سرب قوم پرست کی للکار اور کوسوو میں عیسائیوں کے مقدس مقامات کے تحفظ کی جنگ سے تعبیر کیا جائے لیکن دونوں کا مقصد مشترک ہے کہ کوسوو کے ۹۰ فی صد البانوی نژاد مسلمانوں کی اکثریت کوسوو کی آزادی کی جدوجہد میں کامیاب نہ ہو اور کوسوو بدستور یوگوسلاویہ کے وفاق کا حصہ برقرار رہے اور یورپ میں ایک آزاد خود مختار مسلم مملکت معرض وجود میں نہ آئے۔

اس دہائی کے آغاز سے جب سے یوگوسلاویہ کا وفاق بکھرنا شروع ہوا ہے مغربی طاقتوں کو سب سے زیادہ ڈر اور تشویش اس بات سے تھی کہ کہیں اس عمل میں بوسنیا ہرزے گوینا میں یورپ کے وسط میں ایک آزاد خود مختار مسلم مملکت کے طور پر نہ ابھرے۔ بوسنیا میں اکثریت مسلمانوں کی تھی اور یہاں مسلمان پندرہویں صدی سے جب کہ سلطنت عثمانیہ نے بلقان کے اس پورے علاقے کو فتح کیا تھا بڑے بااثر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو بوسنیا کی سرزمین سے بالکل نیست ونابود کرنے کے لیے کروٹس اور سربوں نے جنگ کی جو آگ بھڑکائی اور نسلی صفائے کے لیے جو تباہی اور بربادی مچائی اسے مغربی طاقتیں دور کھڑی دیکھتی رہیں یہاں تک کہ بوسنیا کے مسلمان بالکل بدحال ہوگئے۔

آخر کار امریکہ امن و آشتی کے علم لہراتا ہوا میدان میں اترا اور ڈیٹن سمجھوتے کے ذریعے بوسنیا میں سربوں، مسلمانوں اور کروٹس کا ایسا منصوبہ بند نظام قائم کیا جس میں مسلمانوں کی اکثریت دوسری دو اقلیتوں کے بوجھ تلے دب گئی اور بوسنیا کا نمایاں مسلم تشخص معدوم ہوگیا۔

کوسوو کا موجودہ بحران اسی عمل کی کڑی ہے جو بوسنیا میں مسلمانوں کی طاقت کو ختم کرنے کے لیے شروع ہوا تھا۔ بوسنیا کے بعد یوگوسلاویہ کے بچے کھچے وفاق کی جمہوریہ سربیا کے صوبے کوسوو میں جہاں ۹۰ فی صد البانوی مسلمانوں کی آبادی ہے خطرہ تھا کہ وہاں آزادی کی تحریک کہیں کامیاب نہ ہو جائے۔ اور اگر واقعی کوسوو ایک الگ آزاد البانوی مسلم مملکت بن گیا تو اس میں مقدونیہ اور مونٹی نیگرو کے البانوی مسلمان بھی شامل ہونے کی کوشش کریں گے اور ممکن ہے کہ اس علاقے میں اسلامی بنیادوں پر ایک عظیم تر البانیہ معرض وجود میں آجائے۔ یوگوسلاویہ کے سرب اس امکان کو نہ صرف اپنی قوم پرستی بلکہ اپنی مذہبی طاقتیں اور ان کے ساتھ روس بھی جو سلاو قومیت کے ناطے یوگوسلاویہ کے سربوں سے قربت محسوس کرتا ہے اس امکان کے سخت خلاف ہے۔

کوسوو کا بحران یوگوسلاویہ میں مارشل ٹیٹو کے دور کے خاتمے کے بعد سرب قوم پرستی کے جنون کے ابھار کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔

مارشل ٹیٹو کے دور میں کوسوو کے مسلمانوں کو علاقائی خود مختاری حاصل تھی جس کے دوران البانوی مسلمانوں نے ابراہیم رگووا کی قیادت میں یہاں ایک متوازی معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی بلا کسی تشدد اور مسلح جدوجہد کے۔ مسلمانوں نے اپنی الگ قیادت منتخب کی تھی جسے بلاشبہ سرب تسلیم نہیں کرتے تھے البتہ انھوں نے علاقائی خود مختاری کے بل بوتے پر اپنا الگ تعلیمی نظام قائم کیا تھا جس میں البانوی زبان میں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی جارہی تھی اس کے ساتھ البانوی مسلمانوں نے اپنا جدا صحت عامہ کا نظام قائم کیا تھا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے کوسوو سے باہر رہنے والے البانوی نژاد افراد پر ٹیکس عائد کیا تھا جو اپنی آمدنی میں سے ایک حصہ کوسوو بھیجتے تھے لیکن یوگوسلاویہ میں صدر میلاسووچ کے برسر اقتدار آنے اور خانہ جنگی شروع ہونے کے بعد کوسوو کے البانوی مسلمانوں کو حاصل علاقائی خود مختاری سے محروم کردیا گیا اور نہ صرف ان کے سیاسی اثر کو بالکل ختم کیا گیا بلکہ انھیں کوسوو سے بالکل نیست و نابود کرنے کی منظم مہم شروع ہوئی۔ ۱۹۹۳ء میں قائم ہونے والی کوسوو لبریشن آرمی نے جب اس مہم کا مقابلہ شروع کیا تو مغربی طاقتوں نے سربوں کی طرح اسے دہشت گرد تنظیم قرار دے کر اس کی مسلح جدوجہد کی مذمت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فروری ۱۹۹۸ء سے مارچ ۹۹ء تک کوسوو میں سرب فوجوں نے یہ بہانہ بناکر کہ وہ علاحدگی پسند دہشت گرد کوسوو لبریشن آرمی کے خلاف کارروائی کررہے ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ البانوی مسلمانوں کو ہلاک کردیا۔ پانچ لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کردیا اور پانچ سو دیہاتوں کو تباہ و برباد کرکے ۱۹ ہزار مکانات کو نذر آتش کردیا۔ اس دوران امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک برابر یہی کہتے رہے کہ وہ کوسوو میں سرب فوج کی اس بربریت کی مذمت کرتے ہیں لیکن وہ کوسوو کی آزادی اور اس کی یوگوسلاویہ کے وفاق سے علاحدگی کی ہرگز حمایت نہیں کرتے حتیٰ کہ جو سمجھوتہ طے پایا تھا اس میں کوسوو کے البانوی مسلمانوں کو ۳ سال کے لیے عبوری خود مختاری دینے کی بات کہی گئی تھی لیکن آزادی کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی تھی۔ اسی سمجھوتے کو منوانے اور اس پر عمل درآمد کرانے کے لیے صدر میلاسووچ نے اس کی آڑ میں کوسوو میں البانوی نژاد مسلمانوں کے خلاف بھرپور فوجی کارروائی شروع کردی اور نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہفتوں کے دوران دس لاکھ سے زیادہ البانوی مسلمانوں کو کوسوو سے باہر دھکیل دیا گیا۔ ان کے دیہاتوں پر حملے کرکے ان کے نوجوانوں

کو گرفتار کرلیا گیا اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر نسلی صفائے کی ایسی منظم کارروائی کی کہ ان مسلمانوں کے پاسپورٹ ان کے گھروں اور زمینوں کے کاغذات، شناختی کارڈ حتیٰ کہ ان کی کاروں کی نمبر پلیٹیں اکھاڑ کر ضبط کرلیں۔ مقصد اس بھرپور کارروائی کا یہ تھا کہ ان مسلمانوں کے پاس اب اس بات کا کوئی ثبوت نہ رہے کہ یہ کوسوو کے رہنے والے ہیں تاکہ جب پناہ گزینوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو تو ان کو اپنے وطن واپس لوٹنے سے محروم کردیا جائے یوں عملی طور پر نیٹو نے کوسوو کو البانوی مسلمانوں سے خالی کرانے میں صدر میلاسووچ کے نسلی صفائے کی مہم میں بھرپور مدد کی۔ خود نیٹو کے سپریم کمانڈر جنرل ویزلے کلارک نے صاف صاف اعتراف کیا تھا کہ نیٹو کی کارروائی کا مقصد کوسوو میں نسلی صفائے کو روکنا نہیں تھا اور نہ سربوں کے خلاف کارروائی کرنا تھا بلکہ محض میلاسووچ کی فوجی حکومت کو کمزور بنانا اور امن سمجھوتے کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنا تھا۔ اب جب کہ G-8 کے منصوبے کے تحت نیٹو کی فضائی مہم ختم ہو چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ صدر میلاسووچ بدستور برسراقتدار رہیا۔ کوسوو کے مظلوم البانوی مسلمان جن کو سرب ظلم و ستم سے بچانے کے لیے نیٹو کی فضائی کارروائی کی دھوم مچارہی تھی لاکھوں کی تعداد میں بے گھر بے لب و بے کس اپنے وطن سے باہر بکھرے پڑے ہیں۔ نئے منصوبے کے تحت ان کی وطن واپسی کی تو بات کہی جارہی ہے لیکن اس پر ابھی سے شکوک و شبہات ظاہر کیے جارہے ہیں پھر اس بات کا کہیں تذکرہ نہیں ہے کہ واپسی پر کوسوو میں ان کے جمہوری حقوق کے حصول کا کیا طریقہ کار ہوگا یا وہ آئندہ زندگی محض سربوں کی عداوت اور محکومی کے سائے تلے گزاریں گے۔ ابھی جب کہ کوسوو میں مجوزہ بین الاقوامی امن فوج داخل بھی نہیں ہوئی ہے کوسوو لبریشن آرمی کو غیر مسلح اور نہتا کرنے کی بات شروع ہوگئی ہے مقصد یہ ہے کہ کوسوو کے البانوی مسلمانوں کو ایک طرف سربوں کے رحم و کرم پر اور دوسری طرف نیٹو کی فوج کی بیساکھی پر چھوڑ دیا جائے۔ تاریخ لکھنے والے ابھی سے یہ فیصلہ صادر کر رہے ہیں کہ مغربی طاقتوں نے صدر میلاسووچ سے مل کر کس عیاری سے یورپ میں مسلمانوں کی ایک آزاد مملکت کے قیام کے امکان کو خاک میں ملا دیا ہے۔

حضرت مولانا معین اللہ ندوی کی وفات

۲۳ اگست کو صبح اچانک یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا معین اللہ ندوی صاحب نے وفات پائی۔ یہ خبر بجلی کی طرح تمام اہل تعلق کے دلوں پر گری۔ حضرت مولانا معین اللہ صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی اور پھر ندوۃ العلماء کو انھوں نے اپنی پوری عمر دے دی پوری جوانی اسی میں کھپادی اور جب تک وہ معذوری کی حالت کو نہیں پہنچ گئے ندوۃ العلماء کی خدمت کرتے رہے اور اسی کے ساتھ دینی مدارس کے قیام اور ترقی میں منہمک رہے اپنی پوری صلاحیت اسی میں صرف کرتے رہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اپنی اولاد سے زیادہ وہ ندوۃ العلماء دینی مدارس کی فکر کرتے تبلیغی کام اور طلباء و اساتذہ کی دینی ترقی کی فکر میں ہر وقت مصروف رہتے۔ دینی مدارس کی ایک بڑی تعداد کا قیام صرف انہی کی فکر اور توجہ سے عمل میں آیا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی اور ان کے خاندان کے ساتھ ان کا رابطہ ایسا تھا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی ــــ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اسلام کے خادموں، مجاہدوں اور علماء کے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔ آمین

محمد حمزہ حسنی

ایس بی مرزا

موتی

انسان کو سمندر کا تحفہ

اگر موتی کو سمندری ہیرا کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ سمندر سے موتی نکالنے کا پیشہ دو ہزار سال سے بھی زیادہ پرانا ہے۔ آج سے کئی دہائی قبل جب غوطہ خوروں کے لیے خصوصی قسم کی پوشاکیں اور زیر آب سانس لینے کے لیے آکسیجن سلنڈروں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی تب ایک غوطہ خور صرف کمر میں کپڑا لپیٹ کر اور ناک کو کپڑے سکھائی جانے والی چٹی سے بند کر کے کشتی میں بندھی رسی کی مدد سے سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاتا تھا اور صرف ایک ڈیڑھ منٹ میں ہی سیپوں سے اپنا تھیلا بھر کر اوپر آجاتا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سری لنکا، جاپان اور بحرین میں کئی چھوٹے تاجر آج بھی اسی طریقے سے سمندری سیپوں کو باہر نکال لیتے ہیں۔ کشتی پر واپس آکر غوطہ خور اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیز دھار کے چاقوؤں کی مدد سے ان سیپوں کو کھول کر موتی نکال لیتے ہیں اور خالی سیپوں کو واپس سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔

اصلی موتی کی سیپوں کے لیے مشہور جنوبی افریقہ کے نزدیک واقع جزیرہ کیمباگو میں گریفنل جال ہیں سمندر کی تہہ میں چپکے سیپوں کو کھرچ کر نکالنے کی صلاحیت ہوتی ہے ویسے سب سے اچھے موتی خلیجی ملک بحرین کے نزدیک پائے جاتے ہیں۔ آج بھی بحرین کے شیخ ہر سال سمندر سے موتی نکالنے کا افتتاح کرتے ہیں۔ اس کے بعد شیشم کی بنی تقریباً ۱۵ کشتیوں میں سوار ہو کر غوطہ خور اور ان کے معانین ساحل سے ۴۰ میل دور سمندر میں جا کر غوطہ خوری کے لیے مخصوص پوشاک پہننے کے بجائے کمر میں کپڑا اور ناک میں چٹکی لگا کر پانی میں کودتے ہیں۔ یہ دوسرے خلیجی ممالک جیسے کویت اور عمان کے سمندروں سے بھی ہر سال عمدہ قسم کے موتی نکالے جاتے ہیں۔

آسٹریلیا، سری لنکا اور جاپان سیکڑوں برسوں سے موتیوں کو سمندر سے نکالنے کا کام کر رہا ہے۔ کیلیفورنیا (امریکہ) کے سمندر سے کالے اور گہرے لال رنگ کے خوبصورت موتی نکالے جاتے ہیں۔

سیپی میں موتی بننا اپنے آپ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جب سیپی اپنے دونوں خول کھولتی ہے تو کبھی کبھی پانی کی دھار کے ساتھ ریت کا کوئی ذرہ کسی سمندری جاندار کا ننھا سا انڈا یا کوئی ننھا کیڑا اس کے خولوں اور جسم کے درمیان پھنس کر اسے چبھنے لگتا ہے۔ اسی چبھن سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے سیپی اپنے خول کی اندرونی چکیلی سطح کو جس میں زیادہ مقدار میں کیلشیم کاربونیٹ کی ہوتی ہے تہہ در تہہ اس باہری شے پر چڑھانا شروع کر دیتی ہے اور کچھ سال بعد موتی بن جاتا ہے۔

سید عرفان احمد

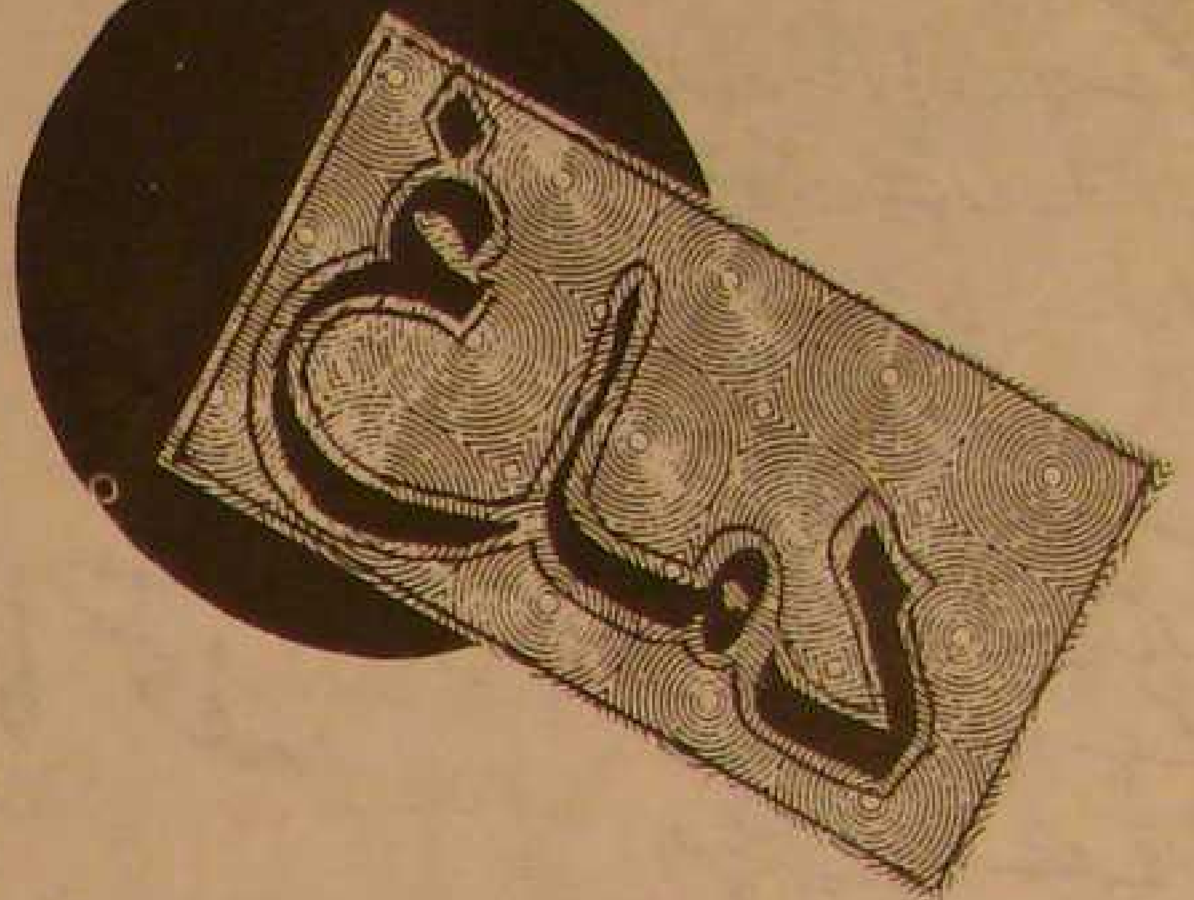

آپ کا دماغ آپ کے جسم کا سب سے طاقت ور اور باشعور حصہ ہے۔ اسے استعمال کر کے آپ زندگی کے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ دیگر اعضائے جسمانی کے مقابلے میں دماغ کے انعال اور اس کی بناوٹ میں فرق ہے اس لیے عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں دماغ کے بارے میں کچھ غلط خیالات موجود ہیں۔ یہ غلط خیالات یقیناً دماغ کی کارکردگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

دماغی تھکن کوئی شے نہیں

صبح سے لے کر شام تک اور پھر مسلسل رات گئے تک کام کرنے سے دماغ بوجھل محسوس ہوا کرتا ہے۔ لوگ اسے دماغی تھکن کا نام دیتے ہیں لیکن سائنس دانوں کے مطابق دماغی تھکن کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دماغ کی بناوٹ جسمانی عضلات کی طرح نہیں بلکہ اس کی کارکردگی برقی، کیمیائی خصوصیت رکھتی ہے۔

کئی گھنٹوں کے ذہنی کام کے بعد جب آپ کو دماغی تھکن کا احساس ہوتا ہے تو دراصل آپ کی آنکھوں، گردن اور پشت کے عضلات تھک چکے ہوتے ہیں جب کہ دماغ اب بھی اپنی سرگرمی جاری رکھ سکتا ہے۔

ایک نوجوان عورت اپنے دماغ میں چند اعداد کی ضرب کا عمل بارہ گھنٹے تک جاری رکھ سکتی ہے بارہ گھنٹوں کے بعد اس کی کارکردگی اور رفتار میں معمولی سی کمی آئے گی۔ ان بارہ گھنٹوں کے بعد اگر وہ ضرب کا عمل ترک کر دیتی ہے تو اس کی وجہ اس کی دماغی تھکان نہیں ہے بلکہ جسمانی تھکن اور بھوک اس کے اصل اسباب ہیں۔

عموماً جس چیز کو دماغی تھکن سے تعبیر کرتے ہیں وہ کام سے بیزاری ہے۔ ایک ماہر نفسیات کے مطابق اس بے زاری کی وجہ توجہ میں کمی اور یکسانیت ہوتی ہے۔

دماغ کی گنجائش بے پناہ ہے

آپ کے جسم کا یہ حصہ کہ جو آپ کے سوچنے، محفوظ کرنے اور فیصلہ کرنے کا مرکز ہے اس میں تقریباً بارہ ہزار ملیون چھوٹے چھوٹے خلیے ہیں۔ ان میں سے ہر خلیے میں مہین جفتوں (Tendril) کا ایک سیٹ ہوتا ہے جس میں برقی کیمیائی پیغام گزر کر ایک خلیے سے دوسرے خلیے تک پہنچتا ہے۔ سوچنے اور محفوظ کرنے (یادداشت) کی صلاحیتوں کا برقی کرنٹ کے ان راستوں سے تعلق ہوتا ہے۔ ایک عام آدمی اپنے دماغ کی دس فی صد صلاحیت کا استعمال کرتا ہے آج تک کوئی ایسا آدمی دریافت نہیں ہوا جو اپنے دماغ کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

آئی کیو دماغی صلاحیت کا صحیح اندازہ نہیں

کسی شخص کی ذہانت کا اندازہ لگانے کے لیے "آئی کیو ٹیسٹ" کا طریقہ رائج ہے۔ بعض لوگ یہ ٹیسٹ کرتے ہیں اور اگر ان کا اسکور حوصلہ افزا نہ ہو تو اس احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ ذہین نہیں ہیں۔

کسی شخص کی ذہانت اور دماغی صلاحیت کا درست اندازہ آئی کیو ٹیسٹ سے نہیں لگایا جا سکتا۔ تاریخ میں لوگ گزرے ہیں جن کا آئی کیو عام افراد کے برابر تھا لیکن وہ تاریخ کے اہم ترین افراد میں شمار کیے گئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ یہ ٹیسٹ کر رہے ہیں اس وقت آپ کسی جذباتی یا ذہنی خلفشار کا شکار ہوں۔ نیز کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں آدمی خوب دلچسپی لیتا ہے اور بڑھ چڑھ کر اس کام کو کرتا ہے ایسے میں اس کی دماغی صلاحیتیں خوب عود کر آتی ہیں اور ذہانت بڑھ جاتی ہے۔

اچھی ذہانت یا بہترین دماغی صلاحیت کی بنیاد کس چیز پر ہوتی ہے؟ یقیناً بڑی کھوپڑی کا ذہانت کے معیار سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم ذہانت کا دماغ کے بالائی حصے میں موجود دماغی قشر (cerebral cortex) کی پیچ دار سطح سے تعلق ضرور ہوتا ہے اس کے علاوہ دماغ میں صحیح دوران خون، آکسیجن اور گلوکوز کا جذب اور چند دیگر اہم کیمیائی مرکبات کی موجودگی ذہانت کے معیار کو بڑھانے میں معاون ہوتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک خاص میدان میں بھرپور مہارت رکھنے والے شخص کے دماغ کے کسی حصے میں عصبی ریشوں (نروفائبرز) کا غیر معمولی مجموعہ ہو۔

عمر کے ساتھ سیکھنے کی صلاحیت متاثر نہیں ہوتی

ایک بہت ہی عام غلط فہمی ذہنوں میں یہ بیٹھی ہوئی ہے کہ جیسے جیسے ہماری عمر بڑھتی جاتی ہے ہماری سیکھنے کی صلاحیت کمزور پڑتی جاتی ہے خاص طور پر بڑھاپے میں۔

اگرچہ یہ بات درست ہے لیکن نہایت کم حد تک۔ عموماً عمر میں اضافے کے ساتھ سیکھنے کی صلاحیت ماند نہیں پڑتی۔ دراصل ہمارے سیکھنے کی صلاحیت کا انحصار دماغ میں نئے برقی سرکٹ کی پیدائش سے ہوتا ہے اور جب تک برقی سرکٹ کی پیدائش کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آپ نئی معلومات اور ہنر سیکھنے کے قابل رہتے ہیں حتیٰ کہ نوے سال کی عمر میں بھی۔

لیکن دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ بہت سی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں ماند پڑنے لگتی ہیں۔ طبی تحقیقات کے مطابق عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمارے جسم اور دماغ میں بہت معمولی ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ ان میں سے کوئی ایک ٹوٹ پھوٹ خطرناک نہیں ہوتی لیکن ان تمام ٹوٹ پھوٹ کے مجموعی اثرات جسم اور دماغ پر کافی منفی ہوتے ہیں۔

معمر افراد میں دماغی صلاحیت میں کمی کا گہرا تعلق دماغ کو فراہمی خون میں کمی اور خاص طور پر آکسیجن اور گلوکوز کے انجذاب میں کمی سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ معمر افراد اپنے بڑھاپے کے مقابلے میں اپنی جوانی کے معاملات کو زیادہ بہتر طریقے یاد رکھتے ہیں۔

دماغی قوت استعمال سے بڑھتی ہے

انسانی جسم کے عضلاتی نظام کی طرح انسانی دماغ بھی استعمال نہ کرنے پر ناکارہ اور ورزش نہ کرنے پر سست ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بصری عصب (Optic Nerve) کو ابتدائی زندگی میں بے کار کر دیا جائے تو آگے چل کر

اس عصب سے متعلق دماغی خلیات نمو پانا چھوڑ دیں گے۔

جیسے جیسے آپ کا دماغ پختہ ہوتا ہے عصبی ریشوں کے گرد مائلین (Myelin) نامی روغنی جزو کی تہہ چڑھتی جاتی ہے اور جب تک مائلین صحیح طرح ان ریشوں پر چڑھ نہیں جاتی یہ ریشے بھی صحیح طور پر کام نہیں کر پاتے یہی وجہ ہے کہ چونکہ ایک نومولود بچے کے عصبی ریشوں پر مائلین کی تہہ نہیں ہوتی اس لیے ابتدائی دو تین سال کی باتیں بالکل یاد نہیں آتیں۔ ماہرین طب کا یہ کہنا ہے کہ مخصوص ورزشیں کر کے مائلین کی پیدائش کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس طرح اپنی یادداشت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

ذہنی یا دماغی ورزشوں کے علاوہ مشق سے بھی یادداشت کی صلاحیت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ مشق (پریکٹس) کے ذریعہ کچھ یاد کرنے کے وقت کو دو تہائی کم کیا جا سکتا ہے

لاشعور ایک حیرت انگیز ذخیرہ گاہ ہے

بلاشبہ لاشعور ہمارے دماغ کا ایک حیرت انگیز حصہ ہے اور اس کی گنجائش ہماری شعوری ذہانت سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے۔

آپ کے لاشعور میں ایسے لاتعداد واقعات محفوظ ہیں جنھیں آپ کے خیال (یعنی آپ کا شعوری دماغ یا شعور) آپ بھول چکے ہیں۔

ماہرین نفسیات اکثر مریضوں پر ایسے طریقے آزماتے ہیں جن کی مدد سے ان کے لاشعور میں محفوظ ماضی کے اہم واقعات ان کو یاد آجاتے ہیں۔ ہپناٹزم بھی اس کی ایک شکل ہے۔

نئے اور پرانے دماغ سے برابر کام لیا جائے

انسانی دماغ کے طبعی طور پر تین حصے ہوتے ہیں:

بالائی، وسطی اور زیریں۔ ان میں سے زیریں دماغ چند خودکار افعال سر انجام دیتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ پھیپھڑوں کو خون کی فراہمی جاری رکھتا ہے وسطی یا درمیانی مذکورہ بالا خودکار افعال میں معاون بھی ہوتا ہے اور بالائی دماغ (سیریبرل کارٹیکس) تک پیغامات پہنچانے کے لیے رابطے کا کردار بھی ادا کرتا ہے یہ حصہ ایک مگر بہت بڑی خاصیت رکھتا ہے اسی حصہ دماغ کی وجہ سے انسان جانور سے ممتاز ہوتا ہے۔

ماہرین کے مطابق زمین پر اولین جانداروں میں بالائی دماغ کا بہت معمولی سا حصہ تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زیریں اور بالائی دماغ کے درمیان یہ تناسب بڑھتا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بالائی دماغ کو نیا دماغ کہتے ہیں۔ لیکن جوں جوں نیا دماغ پروان چڑھا پرانے دماغ (زیریں دماغ) کی خصوصیات بھی ہم میں بدستور باقی رہیں۔

اپنی دماغی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ نئے اور قدیم دونوں دماغی حصوں کی کارکردگی کو بڑھایا جائے۔

قرآن کریم کی مقدس آیات
اور احادیث نبوی
دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ
کے لیے شائع کی جاتی ہیں
ان کا احترام آپ پر فرض ہے
لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں
ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق
بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

کبدون
جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا
بے نظیر سیرپ

• پیلیا، جگر اور
• پتہ کے ورم، کمزوری، درد اور
• پتھری کا بے نظیر سیرپ
HASANI PHARMACY
117/41Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph.: 202677

سوال جواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: بیماری یا کمزوری کی بنا پر اپنی حیات میں حج بدل کرائے تو معتبر ہے یا نہیں؟

ج: معتبر ہے لیکن اگر اس کا عذر جاتا رہا تو اس کو حج خود کرنا ہوگا۔

س: شوہر کے انتقال کے بعد عورتیں فوراً عورت کے زیورات اتار دیتی ہیں اور چوڑیاں توڑ دیتی ہیں اور سرخ کپڑے بھی پہننے نہیں دیتی ہیں یہ کیسا ہے؟

ج: شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو زینت ترک کر دینی چاہیئے اور چار مہینے دس دن تک زینت نہیں اختیار کرنی چاہیئے، زیورات اتار دینا چاہیئے، سرخ کپڑے بھی نہیں پہننے چاہیئے، سادہ لباس پہننا چاہیئے چوڑیاں اتاری جائیں گی توڑی نہیں جائیں گی۔

س: شوہر کے انتقال کے بعد میکہ والے عورت کو بیوہ کی صورت میں جوڑا (کپڑے) بنا کر لاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ج: اس کی کوئی اصل نہیں ہے البتہ اگر میکے والے دلجوئی کی خاطر ہدیۃً کپڑے وغیرہ دیں تو اس کی گنجائش ہے۔

س: میت کے پاس سورہ یٰسین اور تبارک الذی پڑھنا کیسا ہے؟

ج: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے قریب قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہیئے دور ہٹ کر پڑھ سکتے ہیں، غسل دینے کے بعد قریب بھی پڑھ سکتے ہیں، مذکورہ سورتوں کو بھی میت کے پاس پڑھ سکتے ہیں۔

س: ایک شخص نے مبہم الفاظ سے طلاق دی پھر اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے طلاق دی ہے تو اس نے کہا ہاں میں نے طلاق دی تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: اگر کسی نے اپنی بیوی سے ایسے مبہم الفاظ کہے جس سے پتہ نہ چلتا ہو کہ یا طلاق ہے یا سرزنش پھر کسی نے پوچھا کیا آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس نے جواب میں کہا ہاں تو یہ طلاق صریح ہو جائیگی

س: کیا مجبوراً کوئی مسلم غیر مسلم کو یا اس کے برعکس صورت حال ہو تو خون دے سکتا ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں بدرجہ مجبوری مسلم غیر مسلم کو خون دے سکتا ہے۔ خون کا تبادلہ اور اس کی بیع وشراء شرعاً ناجائز ہے لیکن اضطراری صورت میں ایک دوسرے کو خون دے سکتے ہیں۔

س: گورنمنٹ کی جانب سے دیہاتوں میں ہینڈ پائپ لگائے جاتے ہیں اگر کوئی غیر مسلم یا حکومت کسی مسجد میں ازخود ہینڈ پائپ لگانے کو کہے یا کوئی امداد مسجد کو اپنی مرضی سے دے تو کیا ہینڈ پائپ لگانا یا امداد قبول کرنا شرعاً درست ہوگا؟

ج: اگر غیر مسلم یا حکومت مسجد میں ہینڈ پائپ لگانے کا نظم کرے یا کسی قسم کی امداد بلا قید وشرط کرے تو مسجد کے لیے اس کا قبول کرنا درست ہوگا اس کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

س: کیا عورتوں پر عیدین کی نماز واجب ہے؟

ج: عورتوں پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے۔

دسترخوان

عائشہ جمال

سخت گوشت کا عمدہ استعمال

کبھی کبھی گوشت اتنا سخت قسم کا آجاتا ہے کہ اسے جتنا بھی پکائیں وہ نہ صرف مزید سخت ہوجاتا ہے بلکہ رنگ بھی خراب تر ہوجاتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اس گوشت کو جو ابالنے یا پکانے کے باوجود نرم نہ ہو اسے قیمہ بنا کر استعمال کریں۔

کافی یا چائے کو گرم رکھنے کے لیے

چائے کا قہوہ یا کافی پڑی پڑی ٹھنڈی ہوجائے اور دوبارہ گرم کیا جائے تو ذائقہ خراب ہوجاتا ہے اس لیے اسے گرم کرنے کے لیے ایک پین میں پانی گرم کرکے چائے یا کافی دانی کو ابلتے ہوئے پانی میں رکھ کر کچھ دیر گرم ہونے دیں اس طرح ذائقہ اور خوشبو دونوں ہی قائم رہیں گے۔

بسکٹ خستہ رکھنے کے لیے

بسکٹوں کے ڈبے میں اگر شوگر کیوب رکھ دی جائیں تو بسکٹ خستہ رہتے ہیں۔ تمام نمی شوگر کیوب جذب کرلیتی ہے۔

پتھریلا پنیر

فریج میں پڑے پڑے پنیر پتھر کی طرح سخت ہوجاتا ہے اسے تازہ کرنے کے لیے ایک صاف کپڑے کو سرکے میں ڈبو کر اس میں پنیر کو کئی گھنٹوں تک لپیٹ کر رکھ دیں۔ پنیر نرم ہوجائے گا۔

فالتو ہڈیاں

قیمے کے ساتھ بازار سے اکثر بڑی سی بڑی ہڈی بھی ضرور قصائی دیتے ہیں۔ یقیناً ایک ہڈی کا سوپ نکالنے کا آپ کے پاس وقت نہیں ہوگا آپ ہر بار یہ ہڈی فریزر میں محفوظ کرتی رہیں جب بہت سی جمع ہوجائیں تو ان کو کئی گھنٹوں تک پانی میں ابال کر یخنی بنالیں پھر اس کو کئی چیزوں میں استعمال کریں دال میں پانی کی جگہ ڈالیں یا سبزیاں اس میں پکائیں۔ کیلشیم کا خزانہ اس سوپ میں موجود ہے۔

سلاد اور لفافے

پتے دار سبزیاں پودینہ، دھنیا یا سلاد کو کبھی بھی پلاسٹک کے تھیلوں میں رکھ کر فریج میں نہ رکھیں۔ اس طرح یہ زیادہ دن تک تازہ رہیں گے۔ ٹماٹر کبھی کاغذ کے لفافوں میں رکھنے سے گلتے سڑتے نہیں۔

سبزیوں کا پانی

جب کبھی آپ سبزیاں ابالیں تو اس پانی کو ضائع نہ کریں بلکہ اس گرم پانی کو کھانا پکانے کے لیے استعمال کریں کیونکہ اس پانی میں سبزیوں کے وٹامنز بھی شامل ہوں گے اور سالن میں گرم پانی شامل کرنے سے اس کو پکنے میں کم وقت لگے گا۔ اس طرح ایندھن کی بھی بچت ہوگی۔

نیک شہزادی

فہیم فاطمہ

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کسی ملک پر ایک بادشاہ راج کرتا تھا۔ وہ بہت ظالم اور سنگ دل تھا۔ بادشاہ کی ایک بیٹی تھی جو بہت خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت رحم دل بھی تھی۔ شہزادی کا نام شمائلہ تھا۔ بادشاہ رعایا پر طرح طرح کے ظلم کرتا جس سے رعایا بہت پریشان تھی۔ لیکن شہزادی بالکل اس کے برعکس تھی وہ ہر کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتی اور جب کسی کو مصیبت میں دیکھتی تو تڑپ اٹھتی۔ بادشاہ شہزادی کو رعایا کی مدد کرتے دیکھتا تو بہت برا بھلا کہتا۔

شہزادی شمائلہ کو شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا وہ اکثر وزیرزادی کو ساتھ لے کر شکار کھیلنے جایا کرتی تھی۔ وزیرزادی شہزادی کی بہت اچھی سہیلی تھی۔ ایک دن شہزادی نے وزیرزادی کو شکار پر لے جانے کا پروگرام بنایا۔ شہزادی نے وزیر سے اجازت مانگی۔ وزیر بہت لالچی اور مکار تھا۔ شہزادی کو مروانے کا فیصلہ کیا اور وزیرزادی کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ وزیر نے اپنے چند وفادار سپاہیوں کو بلوایا اور کچھ سمجھا کر شہزادی کے ساتھ بھیج دیا۔ شہزادی وزیرزادی کو لے کر شکار پر چلی گئی۔ سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ شہزادی کا گھوڑا سب سے آگے تھا جب شکار سے فارغ ہوکر وہ واپس آرہے تھے تو شہزادی نے ایک بوڑھے آدمی کو لکڑیاں کاٹتے ہوئے دیکھا تو شہزادی کو بوڑھے آدمی کی طرف دیکھ کر بڑا ترس آیا اور شہزادی نے اپنے تمام سپاہیوں کو واپس بھیج دیا اور خود بوڑھے کے پاس گئی اور کہا۔ بابا! آپ اتنی زیادہ عمر ہونے کے باوجود لکڑیاں کیوں کاٹتے ہیں؟ بوڑھے نے کہا کیا کروں بیٹی۔ میرے دو بیٹے ہیں دونوں ہی نکمے اور کام چور ہیں اب سب کا پیٹ پالنے کے لیے مجھے ہی لکڑیاں کاٹنی پڑتی ہیں۔ شہزادی نے بوڑھے آدمی کو ایک اشرفیوں کی تھیلی دی اور کہا۔ بابا۔ اب آپ لکڑیاں نہیں کاٹیں گے جب بھی آپ کو پیسوں کی ضرورت ہو محل آجائیے گا۔ بوڑھا یہ سن کر بہت خوش ہوا اور شہزادی کو دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

ادھر وزیر کی یہ سازش تھی کہ وہ جنگل سے واپسی پر شہزادی کو سپاہیوں سے قتل کرادے اس نے اپنے ساتھیوں

(باقی صفحہ پر)